"ٹھیک ہے جناب ——— یہ مجرموں کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ اگر یہاں بھرپور حملہ کیا جائے تو یقیناً ہم مجرموں کی شہ رگ کاٹ سکتے ہیں" ——— کیپٹن شکیل نے کہا۔

"اوکے ——— تم تینوں عمارت کے اندر جاؤ۔ اپنے واچ ٹرانسمیٹر آن کر لینا۔ میں عمارت سے باہر رہوں گا اگر کوئی خطرہ ہوا تو میں بھی آ جاؤں گا" ——— ایکسٹو نے کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کیبن سے باہر نکلتا چلا گیا۔

ایکسٹو کے جانے کے بعد ان دونوں نے اطمینان سے کافی کے کپ ختم کئے اور پھر باہر آ گئے۔ صفدر نے کاؤنٹر پہ کافی کی قیمت ادا کی اور پھر وہ ریسٹورنٹ سے باہر آ گئے۔ رات تمام خاصی گہری ہو چکی تھی۔ اس لئے ہر طرف ہلکا ہلکا اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ وہ دونوں علیحدہ ہو کر چلتے ہوئے مختلف راستوں سے اس عمارت کے عقب میں پہنچ گئے۔ جہاں تنویر ایک چھوٹی سی دیوار کی اوٹ میں پہلے ہی موجود تھا۔

حصہ اول ختم ہوا

متحرک موت

حصہ دوم

پیٹر نے کار ایک عظیم الشان کوٹھی کے گیٹ پر روک دی۔ گیٹ پر پروفیسر ڈاکٹر سرجان گیبل کی نیم پلیٹ لگی ہوئی تھی۔ گیٹ پر کھڑے ہوئے مسلح دربان نے مس گیبل کو دیکھ کر تیزی سے گیٹ کھول دیا اور پیٹر کار اندر پورچ کی طرف لئے چلا گیا۔

"آؤ پرنس تمہیں اپنے ڈیڈی سے ملواؤں۔ مگر پرنس ایک بات یاد رکھنا میرے ڈیڈی بے حد کم گو۔ باوقار اور سنجیدہ آدمی ہیں اگر تم نے ان کے سامنے کوئی اوٹ پٹانگ بات کی تو وہ ایک لمحہ بھی تمہیں کوٹھی میں برداشت نہ کر سکیں گے" ——— کار سے اتر کر برآمدے کی طرف جاتے ہوئے مس گیبل نے ہدایات دیں۔

"یہ ہدایت نامہ بیوی کے کون سے باب کے پیراگراف سے پڑھی ہیں" ——— عمران نے بڑا سا منہ بناتے ہوئے کہا اور مس گیبل بے اختیار ہنس پڑی۔ اُسے یہ چنچل سا نوجوان بے حد پسند آیا تھا۔ سچ نے کیا بات تھی کہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ یہ نوجوان ہمیشہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہے۔

مختلف کمروں اور راہداریوں سے گزرنے کے بعد مس گیبل ایک دروازے کے سامنے رک گئی۔

"یہ لائبریری ہے — ڈیڈی اس وقت یہیں ہوں گے" — مس گیبل نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا اور عمران نے خاموشی سے سر ہلا دیا۔ مس گیبل نے دروازے پر آہستہ سے دستک دی تو اندر سے ایک باوقار آواز سنائی دی۔

"کم ان" — اور گیبل عمران کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتی ہوئی دروازے کو دھکیل کر اندر داخل ہو گئی۔ عمران اس کے پیچھے تھا۔ لائبریری خاصی بڑی اور شاندار تھی۔ ایک آرام کرسی پر ادھیڑ عمر کا ایک آدمی ہاتھ میں کتاب اٹھائے بیٹھا تھا۔

"ہیلو ڈیڈی — کیسے ہیں آپ" — گیبل نے مسرت بھرے انداز میں آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہوں بے بی — یہ کون ہے" — سرجان گیبل نے مختصر لہجے میں جواب دیتے ہوئے پوچھا۔

"یہ میرے نئے دوست ہیں ڈیڈی — پرنس آف ڈھمپ۔ یہ ویسٹ ہارف کی سیر کے لئے نجی دورے پر یہاں آئے ہیں" — مس گیبل نے عمران کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"پرنس آف ڈھمپ — یہ کیسا نام ہے" — سرجان گیبل نے حیرت بھرے لہجے میں عمران کو سر سے پیر تک دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ کوہ ہمالیہ کے دامن میں واقع ریاست ڈھمپ کے ولی عہد ہیں ڈیڈی" — مس گیبل نے مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا

"اوہ تو آپ پرنس ہیں تشریف رکھیے" — سرجان گیبل نے پہلی بار مسکراتے ہوئے کہا مگر عمران نے صاف طور پر محسوس کر لیا کہ ان کی مسکراہٹ طنزیہ ہے۔

"شکریہ — سرجان کیبل ویسے بائی دی وے آپ ہیوی ڈیوٹی میں ہیں یا بالکل لائٹ قسم کی" — عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"میرا نام گیبل ہے۔ کیبل نہیں سمجھے" — سرجان گیبل کا لہجہ یکدم سخت ہو گیا۔

"اوہ سوری — سر میری یادداشت دراصل فضول قسم کی ہے۔ ڈھمپ کے شاہی حکیم نے تو کئی بار کہا ہے کہ معجون عنبری اشہب کھاؤں۔ مگر کیا کریں جناب ملاوٹ کا زمانہ آ گیا ہے۔ معجون تو مل جاتی ہے مگر نہ عنبر ملتا ہے نہ اشہب" — عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ یہ عنبر معجون اشہب یہ کیا ہیں" — سرجان گیبل نے جھنجھلا کر کہا۔

"اوہ آپ تو ڈاکٹر ہیں آپ کو ان ادویات کا علم نہیں ہے۔ کمال ہے۔ یہ کیا اعزازی ڈگری ملی ہے" — عمران نے آنکھ دبا کر بڑے رازدارانہ انداز میں پوچھا۔

"یو شٹ اپ نان سنس۔ تمہیں بات کرنے کی تمیز نہیں جاہل آدمی۔ میں سائنس کا ڈاکٹر ہوں ادویات کا نہیں" — سرجان گیبل پہلے سے ہی اکھڑ گئے۔

"اوہ ڈیڈی پلیز — غصہ نہ کیجئے۔ یہ پرنس بے حد دلچسپ آدمی

میں بہت معصوم ہو" — مس گیبل نے جب بات بڑھتے دیکھی تو درمیان میں کود پڑی۔

"جناب آپ کی لائبریری تو بہت شاندار ہے۔ ویری گریٹ کیا آپ کی لائبریری میں اشلے کی نئی کتاب "نیو فارمولا" ہے" — عمران نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ اور سرجان گیبل کے چہرے پر یک دم حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

"تم اشلے کی کتاب سے کیسے واقف ہو" — سرجان گیبل کے لہجے میں حیرت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ کیونکہ یہ کتاب ابھی چند دن ہوئے منظر عام پر آئی تھی اور اس کتاب نے سائنس کی تحقیقات میں انقلاب برپا کر دیا تھا۔

"میں اور اشلے اکٹھے ہی کام کرتے رہے ہیں آپ کو ایک راز کی بات بتاؤں۔ دراصل یہ کتاب میں نے لکھی تھی۔ مگر ایک دن اشلے نے اسے دیکھ لیا۔ بس لگا میری منت سماجت کرنے کہ یار تم تو رئیس ہو، تمہیں کیا پرواہ ہے۔ میں غریب سائنسدان ہوں۔ یہ کتاب مجھے دے دو۔ میں اسے چھپواؤں گا اپنے نام سے۔ اس کتاب پر یقیناً مجھے نوبل پرائز مل جائے گا۔ لمبی رقم ہاتھ آئے گی۔ چنانچہ میں نے اسے دے دی" — عمران نے بڑے لاپرواہ سے انداز میں تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

"میرے سامنے جھوٹ مت بولو — میں اس قسم کا جھوٹ برداشت نہیں کر سکتا۔ تم جیسے چڑی مار کھلا سائنس کی اس قدر جدید تحقیقات سے متعلق کیا جانیں۔ کہیں سے سن لیا ہوگا کتاب کا نام۔ اور لگے ہو جھاڑنے" — سرجان گیبل ایک بار پھر غصے میں آ گئے۔

"اوہ۔ تو آپ اسے جھوٹ سمجھ رہے ہیں۔ اگر آپ نے یہ کتاب پڑھی ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آخری باب میں نخاس کے نیوٹرون پر بحث کی گئی ہے۔ مگر وہ بات نامکمل ہے۔ میں نے اسے مکمل کرنا تھا کہ اشلے کتاب لے گیا۔ آپ خود دیکھیے کہ جب نخاس کے چار نیوٹرون ایک سائیکل میں گردش کرتے کرتے اچانک ایک دوسرے سے چمٹ جائیں تو پھر کیا ہوتا ہے" — عمران اب باقاعدہ بحث کے موڈ میں آگیا تھا۔

"کیا ہوتا ہے" — سرجان گیبل کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھٹنے کے قریب ہو چکی تھیں۔

"بانسری بجنے لگتی ہے" — عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا اور سرجان گیبل اچھل پڑے۔ ان کا چہرہ ایک بار پھر غصے سے سرخ ہونے لگا۔ مگر مس گیبل کا بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔

"تت — تم اچھی خاصی بات کرتے کرتے مذاق پر کیوں اتر آتے ہو" — سرجان گیبل نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"جناب آپ بھی تو کمال کرتے ہیں۔ اب باقی ریسرچ آپ کے حوالے کر دوں تاکہ اشلے کی طرح آپ بھی نوبل پرائز لے جائیں ہونہہ" — عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا تم نے اس پر ریسرچ مکمل کر لی ہے" — سرجان گیبل نے یقین نہ آنے والے لہجے میں کہا۔

"کب کی — بلکہ میں تو آج کل نیوٹران کے ماخذ سائیکلون کی بنیادی تھیوری پر کام کر رہا ہوں" — عمران نے جواب دیا۔

"تم ـــ تم ایک گریٹ سائنسدان ہو۔ بہت ہی گریٹ ـــ میں تو سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ تم ......" ـــــ سر جان گیبل نے کرسی سے اٹھتے ہوئے جھپٹ کر عمران سے زبردستی مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ان کے چہرے پر واقعی ایسے تاثرات تھے جیسے وہ عمران کی قابلیت پر ایمان لے آئے ہوں۔ جب کہ اب مس گیبل کے حیران ہونے کی باری تھی کہ آخر یہ پرنس ہے کیا بلا۔ اس کے ڈیڈی تو اچھے اچھے سائنسدانوں کو گھاس نہیں ڈالتے جب کہ وہ پرنس کی یوں تعریف کر رہے ہیں جیسے وہ ابھی اس کے سامنے طفل مکتب ہوں۔

"ارے ارے آپ کو کیا ہو گیا۔ چلو خوشامد نہ کریں میں یہ ریسرچ آپ کو دے دوں گا۔ آپ بھی لے لیں ایک نوبل پرائز میرا کیا جاتا ہے" ـــ عمران نے یوں لاپرواہی سے ہاتھ ہلایا جیسے کان پر بیٹھی مکھی اڑا رہا ہو۔

"ارے نہیں پرنس مجھے نوبل پرائز کی ضرورت نہیں۔ بس تم اتنی مہربانی کر دو کہ ہماری قومی لیبارٹری میں ہمارے ساتھ اس ٹاپک میں ریسرچ کر دو تاکہ ہمیں یہ عزت حاصل ہو جائے کہ اس انقلاب انگیز موضوع پر ریسرچ ہماری لیبارٹری میں ہوئی ہے" ـــ سر جان گیبل نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ اس کا تمام وقار، سنجیدگی اور کرختگی جیسے ہوا ہو گئی تھی۔ اس کے چہرے سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی ضدی بچہ خوب صورت کھلونے کو دیکھ کر مچل رہا ہو۔

"قومی لیبارٹری میں ـــ ارے توبہ ـــ میں نے اپنی جان گنوانی ہے" ـــ عمران نے اچانک خوف زدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"جان لیوا ہے مگر وہ کیوں؟" ـــ جان گیبل نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ارے سنا ہے یہاں کوئی دہشت گرد گروہ سرگرم عمل ہے۔ سائنسدانوں کو اڑا رہے ہیں۔ وہ لوگ لیبارٹری کی بھلا کیا حیثیت ہے" ـــ عمران نے جواب دیا۔

"اوہ تو یہ بات ہے" ـــ جان گیبل نے مطمئن سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ "مگر تم فکر نہ کرو۔ لیبارٹری کی سخت حفاظت کی جا رہی ہے۔"

"نا بابا ـــ میں یہ رسک نہیں لے سکتا۔ جب تک دہشت گرد نہ پکڑے جائیں میں تو کسی اہم جگہ پر قدم بھی نہ رکھوں گا۔ ہاں البتہ ایک شرط ہے" ـــ عمران نے کہا۔

"کونسی شرط" ـــ جان گیبل نے چونک کر پوچھا۔

"یہی کہ پہلے میں دہشت گردوں کا خاتمہ کر دوں گا۔ پھر آپ کی لیبارٹری میں ریسرچ بھی کر لوں گا" ـــ عمران نے بڑا مختصر سا جواب دیا۔

"تم دہشت پسندوں کے خلاف کام کرو گے۔ کیا کہہ رہے ہو۔ سرکاری سیکرٹ سروس، انٹیلی جنس اور پولیس انہیں نہیں پکڑ سکی تم انہیں پکڑ لو گے" ـــ جان گیبل نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

"اس بات کا آپ فکر نہ کریں۔ میں نے ایسے ایسے مجرموں کو کان پکڑوائے ہوئے ہیں کہ دہشت پسند ان کا نام سن لیں تو حرکت قلب بند ہو جانے سے وفات پا جائیں۔ صرف آپ اتنا کریں کہ اپنی سیکرٹ سروس کے چیف سے دہشت پسندوں کی فائل منگوا کر مجھے دے دیں۔"

"میں ان کی تازہ ترین سرگرمیوں سے واقف ہونا چاہتا ہوں" ـــ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ڈیڈی، آپ انہیں نہیں جانتے۔ کافرستان کا مشہور جاسوس کرنل فریدی ان کا شاگرد ہے۔ اور انہوں نے کرمنالوجی میں پی۔ایچ۔ڈی کیا ہوا ہے" ـــ مس گیبل جو کافی دیر سے خاموش بیٹھی ہوئی تھی آخر کار بول پڑی۔

"اوہ... کیا یہ سچ ہے" ـــ جان گیبل کو شاید آج حیرت کے اتنے جھٹکے لگے تھے کہ اب اس نے مزید حیران ہونا چھوڑ دیا تھا۔

"کمال ہے آپ ہر بات کو جھوٹ کیوں سمجھتے ہیں۔ پھر کیا خیال ہے فائل مل جائے گی۔ مگر ایک بات ہے چیف کو میرے متعلق علم نہ ہو" عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں منگوا لوں گا۔ چیف میرا دوست ہے۔ میں اس فائل کو ذاتی طور پر پڑھنے کے لئے کہہ دوں گا" ـــ سر جان گیبل نے جواب دیا۔ اور عمران نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔ اس فائل کے لئے تو اس نے اتنا لمبا چکر چلایا تھا وہ جانتا تھا کہ اور کسی طریقے سے اتنی خفیہ فائل نہ مل سکتی تھی۔ اور اگر وہ سرکاری طور پر یہاں کام کرتا تو کچھ ہو سکتا تھا دہشت گرد تنظیم کو بھی اس کی یہاں موجودگی کی خبر ہو جاتی اور یہی وہ چاہتا نہ تھا۔

"اچھا ڈیڈی ـــ میں پرنس کو ساتھ لے کر شہر کی سیر کے لئے جا رہی ہوں۔ رات کا کھانا ہم باہر کھائیں گے" ـــ مس گیبل نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ـــ مجھے امید ہے جب تم واپس آؤ گے تو فائل آ چکی ہو گی۔ میں ابھی چیف کو فون کرتا ہوں" ـــ جان گیبل نے کہا اور عمران سر ہلاتا ہوا مس گیبل کے پیچھے چلتا ہوا لائبریری سے باہر نکل گیا۔

سوپر فیاض کی آنکھ کھلی تو اس نے حیرت سے ادھر ادھر دیکھا اور پھر جیسے ہی اس کی شعوری کیفیت بہتر ہوئی وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔ اس کی نظروں میں حیرت کے ساتھ ساتھ شدید الجھن کے آثار بھی نمایاں تھے۔ کیونکہ اُسے اچھی طرح یاد تھا کہ وہ انٹر ویلڈ ٹرین کے کیبن میں سوار ہوا تھا۔ اور وہاں دو لڑکیوں سے اس کی گفتگو ہوئی تھی مگر اس کے بعد کیا ہوا اور وہ گاڑی کی بجائے اس کمرے میں کیسے پہنچا یہ سب کچھ اس کی یادداشت سے قطعی غائب تھا۔

"یہ کونسی جگہ ہے کسی ہوٹل کا کمرہ معلوم ہوتا ہے"۔ سوپر فیاض نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس کی نظریں بستر کے قریب پڑی ہوئی میز کے اوپر موجود ایک پیڈ پر پڑیں۔ اور اس کے حلق سے بے اختیار ایک طویل سانس نکلی۔ پیڈ کے کاغذ پر "ہوٹل آرگنزا ویسٹ ہارٹ" کے موٹے موٹے الفاظ صاف طور پر پڑھے جا رہے تھے۔ اور اُسے سر رحمان کی ہدایت یاد آگئی۔ کہ ویسٹ ہارٹ پہنچ کر اُسے ہوٹل آرگنزا

پہنچنا ہے۔

ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ وہ گاڑی سے یہاں کیسے پہنچا کہ اچانک اُسے کلائی پر ہلکی ہلکی ضربیں سی محسوس ہوئیں۔ اور وہ چونک کر سیدھا ہو گیا۔ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی مخصوص قسم کا واچ ٹرانسمیٹر تھا۔ جسے سر رحمان نے اُسے دیا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ سر رحمان کی کال ہو گی۔ چنانچہ اُس نے تیزی سے گھڑی کا ونڈ بٹن مخصوص انداز میں کھینچ کر دبا دیا۔ دوسرے لمحے گھڑی پر سرخ رنگ کا نقطہ تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔

"ہیلو ــــ رحمان سپیکنگ اوور" ــــــ گھڑی میں سے سر رحمان کی ہلکی ہلکی آواز سنائی دی۔

"یس سر ــ فیاض بول رہا ہوں جناب اوور" ــ فیاض نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم اس وقت کہاں ہو اوور" ــــ سر رحمان نے پوچھا۔

"ہوٹل آرگنزا میں جناب اوور" ــ فیاض نے جواب دیا۔

"اوہ ــ کیا تم ٹرین سے اتر گئے تھے اوور" ــــ سر رحمان کے لہجے میں ہلکی سی حیرت نمایاں تھی۔

"ہاں سر ــ جناب اوور" ــ ــ فیاض نے گومگو کے عالم میں کہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ سر رحمان کا دماغ تو درست ہے بھلا گاڑی سے اترے بغیر وہ ہوٹل آرگنزا میں کیسے پہنچ جاتا۔

"کہاں اترے تھے تم اوور" ــــــ سر رحمان نے سوال کیا۔

اُسی لمحے فیاض کے دماغ میں ایک پھلجڑی سی چھوٹی۔ اُسے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی اور شخص اُسے حکم دے رہا ہو۔ کہ وہ جواب میں

کے کاسابلانکا سٹیشن پر اور پھر فیاض کے لبوں سے خود بخود جواب پھسل پڑا۔

" مگر تمہیں میں نے اس سٹیشن پر اترنے کے لئے تو نہیں کہا تھا اوور؟" سر رحمان نے پوچھا۔

" جناب میں نے سوچا کہ اس سٹیشن پر اتر کر ٹیکسی کے ذریعے ویسٹ ہارف پہنچ جاؤں۔ ایسا میں نے احتیاط کے طور پر کیا تھا اوور" ـــــ سوپر فیاض نے جواب دیا۔ یہ پورا جواب اسی طرح اس کے ذہن میں ہدایت کے طور پر آگیا تھا۔

" ویری گڈ فیاض ۔ تمہاری اس احتیاط نے تمہاری جان بچا دی۔ تم سن تو چکے ہو گے کہ دہشت گردوں نے وہ پوری ٹرین ہی اڑا دی تھی۔ اور اب تمہارے سوا ٹیم کا کوئی ممبر زندہ نہیں بچا اوور" ـــــ سر رحمان کی آواز سنائی دی اور سوپر فیاض بے اختیار سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ ٹرین کی تباہی کا اسے علم تو نہ تھا۔ مگر ساتھیوں کی موت کا سن کر اس کے اعصاب کو زبردست جھٹکا لگا تھا۔

" جی جناب مجھے علم ہے اوور" ـــ سوپر فیاض اب بھلا اور کیا جواب دیتا۔

" سنو فیاض ـــ تمہیں بے حد محتاط رہ کر کام کرنا ہے۔ ہمارے دس ممبر یہاں آتے ہی ختم ہو گئے ہیں۔ میرا جہاں تک خیال ہے ہماری یہاں آمد دہشت گردوں سے چھپی نہیں رہی۔ اس لئے اس نے ہمارے خاتمے کے لئے پوری ٹرین کو ہی اڑا دیا ہے۔ بہرحال میں مزید آدمی بلانے کا رسک نہیں لینا چاہتا۔ اب تمہیں ہی یہ مشن مکمل کرنا ہوگا اوور" ـــ سر رحمان نے کہا۔

" مجھے اکیلے اوور" ـــ سوپر فیاض کی آواز میں شدید حیرت تھی۔

" ہاں اکیلے ـــ یہ تمہاری صلاحیتوں کا امتحان ہے۔ میں تمہیں وقتاً فوقتاً گائیڈ کرتا رہوں گا۔ فی الحال اتنا کچھ معلوم ہے کہ دہشت گردوں کی سرگرمیوں کا مرکز جزیرہ مین ہٹن بننے والا ہے۔ تمہیں بھیس بدل کر وہاں پہنچنا ہوگا۔ جب وہاں پہنچو تو مجھے اطلاع کر دینا۔ فریکوئنسی نوٹ کر لو۔ تھرٹی زیرو الیون تھرٹی اوور" ـــ سر رحمان نے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

" مگر جناب ـــ مجھے وہاں جا کر کیا کرنا ہے اوور" ـــ سوپر فیاض نے مرے مرے لہجے میں پوچھا۔

" یہ جب تم وہاں پہنچو گے تو بتاؤں گا ـــ میک اپ کا سامان تمہارے کمرے میں پہنچ جائے گا۔ اوور اینڈ آل" ـــ دوسری طرف سے کہا گیا اور سوپر فیاض نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ونڈ بٹن دبا دیا۔

اس کا دماغ پھٹنے کے قریب تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس بار واقعی موت اس کا مقدر بن چکی ہے۔ بھلا اتنی خوفناک تنظیم کے مقابلے میں وہ اکیلا کیا کر سکتا ہے۔ یہ بڈھا تو اسے خودکشی پر مجبور کر رہا ہے۔ مگر وہ کیا کرتا۔ بڈھے کی ہدایت پر عمل تو کرنا تھا۔ اسی لمحے اسے عمران کا خیال آگیا۔ کاش عمران اسے مل جاتا تو پھر اسے قطعاً پرواہ نہ رہتی۔ مگر عمران تو گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب تھا۔

" عمران کو تلاش کرنا چاہئے وہ یقیناً یہاں پہنچ چکا ہوگا" ـــ فیاض نے سوچا۔ مگر اسے کہاں تلاش کروں نجانے وہ کس میک اپ میں ہو۔

اور پھر اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آگیا کہ اگر وہ عمران کو نہیں پہچان سکتا تو عمران تو اسے پہچان سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے میک اپ کرنے سے پہلے شہر میں پیدل گھومنے کا پروگرام بنا لیا تاکہ اگر عمران اس کی تلاش میں ہو تو وہ اسے دیکھ کر اس سے رابطہ قائم کرے۔

یہی سوچ کر وہ تیزی سے اٹھا۔ اور پھر کمرے کا دروازہ کھول کر باہر راہداری میں نکل آیا۔



"فریکونسی چیک ہوئی شکیل" ۔۔۔ چیف باس نے کرخت آواز میں پوچھا۔

"یس سر ۔۔۔ فریکونسی کے مطابق سر رحمان اس وقت پلازہ بلڈنگ کے رہائشی کمرہ نمبر بارہ میں مقیم ہیں" ۔۔۔ سکرین پر نظر آنے والے نوجوان نے سامنے رکھے گراف پر سے سر اٹھاتے ہوئے جواب دیا۔

"پوری طرح چیک کر لیا ہے" ۔۔۔ چیف باس نے پوچھا۔

"یس سر ۔ بالکل صحیح پوزیشن ہے" ۔۔۔ شکیل نے

جواب دیا۔

"اوکے ۔۔۔ اب تم نے نیانس پر گہری نظر رکھنی ہے اور جب بھی پتہ چلے کہ وہ عمران سے ملا ہے۔ عمران کو ٹارگٹ میں رکھ کر مجھے فوراً کال کرنا" ۔۔۔ چیف باس نے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب" ۔۔۔ سکرین پر نظر آنے والے نوجوان نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور نقاب پوش چیف باس نے سامنے رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر جس پر چھوٹی سی سکرین بھی نصب تھی کا سوئچ آف کر دیا۔

اور پھر اس نے میز کے کنارے پر نصب بے شمار بٹنوں میں سے ایک سرخ رنگ کے بٹن جس پر پیلے رنگ کی دھاریاں بنی ہوئی تھیں دبایا۔ دوسرے لمحے سامنے دیوار پر نصب ایک اور سکرین روشن ہو گئی۔

سکرین پر ایک خوب صورت لڑکی نظر آنے لگی۔

"یس باس" ۔۔۔ لڑکی کے لب ہلے۔

"سیکشن تھری کے رافیل اور شوگر کو میرے پاس بھیجو فوراً" ۔۔۔ چیف باس نے کہا اور بٹن کو ایک بار پھر دبا دیا۔ سکرین تاریک ہو گئی۔

تقریباً دس منٹ بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور سیاہ سوٹوں میں ملبوس دو نوجوان اندر داخل ہوئے۔ ان دونوں کے چہروں سے ہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ انتہائی سفاک اور بے رحم قسم کی فطرت کے مالک ہیں۔

وہ دونوں اندر داخل ہو کر بڑے مؤدبانہ انداز میں میز کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

"رافیل" ۔۔۔ چیف باس نے دروازے کی طرف کھڑے

ہوئے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس" ۔۔۔ راقیل نے جواب دیا۔

"تمہارے لئے ایک ٹارگٹ ہے۔ جلاذہ بلڈنگ کے رہائشی کمرہ نمبر بارہ میں پاکیشیا انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل سر رحمان رہائش پذیر ہے۔ اُسے وہاں سے اغوا کر کے کسی ویرانے میں لے جاؤ اور پھر پہلے اس سے یہ معلوم کرو کہ اس نے دہشت گرد کے متعلق یہ معلومات کہاں سے حاصل کیں کہ اس کی سرگرمیوں کا مرکز جزیرہ مین ہٹن ہے۔ اس کے بعد اُسے گولی مار کر اس کا چہرہ اس حد تک مسخ کر دینا کہ لاش پہچانی نہ جائے" ۔۔۔ چیف باس نے راقیل کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے باس ۔۔۔ حکم کی تعمیل ہوگی" ۔۔۔ راقیل نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مگر سنو ۔۔۔ وہ انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل ہے۔ اس لئے ہو سکتا ہے آسان شکار ثابت نہ ہو۔ مگر مجھے تمہاری صلاحیتوں پر مکمل اعتماد ہے۔ اس لئے ناکامی کا لفظ کسی صورت میں بھی نہ سنوں گا" ۔۔۔ چیف باس نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"آپ بے فکر رہیں سر ۔۔۔ لفظ ناکامی کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے" ۔۔۔ راقیل نے بڑے پُر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔

"اوکے ۔۔۔ کام مکمل ہوتے ہی زیرو فریکونسی پر مجھے تفصیلات مل جانی چاہئیں" ۔۔۔ چیف باس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ ہلا کر انہیں جانے کا مخصوص اشارہ کیا اور وہ دونوں سر کو مؤدبانہ انداز میں جھکا کر پلٹے اور پھر تیزی سے قدم اٹھاتے کمرے سے

باہر نکلتے چلے گئے۔

ان کے باہر جاتے ہی چیف باس اپنی جگہ سے اٹھا اور اپنی پشت پر موجود الماری کے پٹ کھول کر اس نے ایک چھوٹی سی مشین نکالی اور اُسے اپنے سامنے میز پر رکھ دیا۔ مشین پر ایک ڈائل بنا ہوا تھا۔ جو کسی ریڈیو کے ڈائل کی طرز کا تھا۔ چیف باس نے اس کے کونے میں موجود بٹن دبایا تو مشین پر موجود مختلف بلب جل اٹھے۔ اور اس میں سے ایک نسوانی آواز ابھری۔ کوئی عورت خبریں سنا رہی تھی۔ یہ شاید قومی نیٹ ورک کا ریڈیو تھا۔

"ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ دہشت گردوں کے ایک گروپ نے وزیر اعظم کی رہائش گاہ پر مسلح حملہ کیا ہے۔ اس حملے میں چھوٹے بم اور مشین گنیں استعمال کی گئیں۔ تفصیلات کے مطابق دس افراد پر مشتمل یہ گروپ ایک بڑی سی ویگن میں سوار وزیر اعظم کی رہائش گاہ کے بڑے دروازے پر پہنچا اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی سنبھلتا وہ بموں اور مشین گنوں کی گولیوں کی بارش کرتے ہوئے رہائش گاہ میں گھستے چلے گئے۔ انہوں نے رہائش گاہ پر موجود تمام ملازمین اور حفاظتی گارڈ کے دستے کے افراد کو ہلاک کر دیا۔ مگر خوش قسمتی سے وزیر اعظم اس حملے سے چند منٹ پہلے ایک ایمرجنسی کال کے سلسلے میں صدر مملکت سے ملنے چلے گئے تھے۔ اس لئے وہ بچ گئے۔ البتہ رہائش گاہ تباہ ہو گئی۔ حملہ آوروں میں سے دو افراد شدید زخمی ہو گئے مگر ان کے ساتھی انہیں اٹھا کر لے گئے ہیں۔ پولیس مصروف تفتیش ہے۔ پولیس کمشنر کا خیال ہے کہ وہ جلد ہی حملہ آوروں کا سراغ لگا لیں گے" ۔۔۔ نیوز ریڈر نے خبر

ختم کرتے ہوئے کہا اور چیف باس نے سوئچ آف کر دیا۔

"یہ کم بخت ہر بار بچ نکلتا ہے"۔۔۔۔ چیف باس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے مشین کے ڈائل پر موجود سوئی کو ایک چوکور بھردل کے ذریعے دائیں طرف گھمایا۔ جب سوئی ایک سرخ رنگ کے ہندسے پر پہنچی تو اس نے مشین کا بٹن آن کر دیا۔ مشین میں سے سیٹی کی ہلکی ہلکی آوازیں نکلنے لگیں اور پھر چند لمحوں بعد ڈائل پر سبز رنگ کا ایک نقطہ تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔ چیف باس نے نقطہ جلتے ہی ایک اور بٹن دبا دیا۔

"ڈی۔جی سپیکنگ اوور" ۔۔۔۔ بٹن دبتے ہی وہ کرخت لہجے میں بولا۔

"یس سر انچارج سیکشن ون سپیکنگ اوور"۔۔۔ دوسری طرف سے جواب ملا۔ لہجے میں خاصی سختی تھی۔

"کیا رپورٹ ہے اوور" ۔۔۔ چیف باس نے پوچھا۔

"سر وزیر اعظم رہائش گاہ پر موجود نہیں تھا۔ البتہ اس کی وہاں موجودگی کی اطلاع درست تھی۔ صرف وہ چند لمحے قبل نکل گیا۔ دو آدمی زخمی ہوئے تھے۔ جنہیں وہاں سے لے جا کر پوائنٹ ون پر پہنچا دیا گیا ہے اوور" ۔۔۔ نمبر ون نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"سنو نمبر ون ۔ حالات میں تیزی نہیں آ رہی۔ پورے ملک میں بھرپور حملوں کا خصوصی پروگرام بناؤ۔ جب تک حکومت ہمارے مطالبات تسلیم نہ کرے۔ اس ملک کی اینٹ سے اینٹ بجا دو۔ کوئی اہم عمارت درست حالت میں باقی نہ رہے۔ اور نہ ہی کوئی اہم آدمی زندہ بچے۔

اوور" ۔۔۔ چیف باس نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے سر ۔۔۔ مین آپریشن کے لئے صرف آپ کی طرف سے اجازت کی ضرورت تھی۔ پروگرام میرے سیکشن نے پوری طرح تیار کر رکھا ہے اوور" ۔۔۔ نمبر ون نے چہکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"او۔کے ۔۔۔ حشر برپا کر دو تاکہ مین سمٹ میں عنقریب ہونے والی کانفرنس میں حکومت ہماری پارٹی کے آدمی کی بات ماننے پر مجبور ہو جائے اوور" ۔۔۔ چیف باس نے کہا۔

"مگر سر الیکشن کے بغیر ہماری پارٹی کے آدمی کیسے برسر اقتدار آ سکتے ہیں اور الیکشن اگر صحیح ہوا تو پھر ایسا ناممکن ہے اوور" ۔۔۔ نمبر ون نے کہا۔

"تم اس بات کی فکر نہ کرو۔ الیکشن تو ایک ڈھونگ ہوگا۔ ہمارے چار سیکشن اس الیکشن پر کام کریں گے اور نتیجہ ہمارے حق میں ہوگا اوور" چیف باس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے باس ۔۔۔ اس کے متعلق آپ بہتر سمجھ سکتے ہیں اوور" نمبر ون نے جواب دیا۔

"تم صرف اپنے مشن کی تکمیل کرو باقی کاموں پر اپنا دماغ استعمال نہ کیا کرو۔ اوور اینڈ آل" ۔۔۔ چیف باس نے کرخت لہجے میں کہا اور پھر اس نے مشین کا سوئچ آف کر کے مشین کو واپس الماری میں رکھ دیا۔

سر رحمان نے فیاض کو ہدایت دینے کے بعد واچ ٹرانسمیٹر آف کیا اور پھر اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگے۔ حالات ان کی مرضی اور توقع کے برعکس بالکل بدل گئے تھے۔ پوری ٹیم سوائے فیاض کے ختم ہو گئی تھی اور یہ وہ جانتے تھے کہ اتنی بڑی تنظیم کے مقابلے میں اکیلا فیاض کچھ نہیں کر سکتا۔ اور خود وہ عمر کے تقاضوں کی وجہ سے عملی طور پر میدان میں نہ اتر سکتے تھے۔ ایک بار انہوں نے سوچا تھا کہ اپنے ملک سے دس بیس افراد منگوا لئے جائیں مگر پھر انہوں نے فیصلہ بدل لیا کیونکہ پہلی ٹیم کی تباہی سے یہ بات ثابت ہو گئی تھی کہ ان کے محکمے میں کوئی کالی بھیڑ موجود ہے جس کا رابطہ دہشت گرد سے ہے۔ اسی لئے ٹیم کی روانگی اور ان کی شہر میں موجودگی کا دہشت گرد کو پتہ چل گیا۔ ایک اور بات بھی ان کے ذہن میں آئی تھی کہ ٹیم کی تباہی اتفاق بھی ہو سکتی تھی کیونکہ یہ ٹیم پہلے بھی اس قسم کے کام کرتی رہی ہے۔ بہرحال سوچ سوچ کر انہوں نے دوسری ٹیم منگوانے کا فیصلہ ترک کر دیا تھا۔ اس فیصلے کو ترک کرنے کے بعد ایک بار تو وہ اس بات پر بھی تیار ہو گئے تھے کہ

ر کے بات کریں اور کیس سیکرٹ سروس کو منتقل کر کے خود فیاض سمیت چلے جائیں مگر اس فیصلے کے آڑے ان کی انا آ گئی۔ وہ اپنے چیلنج کی وجہ سے شکست کا چیلنج برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اس لئے انہوں نے کیا تھا کہ فیاض کو استعمال کریں۔ دو ہی صورتیں ہوں گی یا تو فیاض ہو جائے گا۔ یا پھر نتیجہ فیاض کی موت کی صورت میں برآمد ہو گا۔ موت کے بعد انہوں نے خود میدان میں عملی طور پر اترنے کا فیصلہ وہ اپنی زندگی کو بھی داؤ پر لگانے کا فیصلہ کر چکے تھے۔

یہاں پہنچتے ہی انہوں نے یہاں کی انٹیلی جنس کے چیف شارلیز سے ملاقات شارلیز ان کے ذاتی دوست بھی تھے۔ اس لئے انہوں نے دہشت گرد فائل انہیں پڑھنے کے لئے دی اور وہیں سے انہوں نے نتیجہ کیا کہ دہشت گرد جزیرہ میں کام کرے گا۔ یہی وجہ انہوں نے فیاض کو جزیرہ میں جانے کی ہدایت کی تھی۔ شارلیز نے ان کی پوری امداد کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ کیونکہ یہ بات اس کے اپنے مفاد میں بھی تھی۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ جیسے ہی اسے میں دہشت گرد کا کوئی واضح کلیو ملا وہ انہیں اطلاع کر دے گا۔ اور یہاں تک ان کی رہائش کا انتظام بھی شارلیز نے ہی کیا تھا۔

چونکہ شارلیز کی طرف سے اطلاع ملنے کے متعلق کوئی وقت مقرر نہ تھا اس لئے سر رحمان فی الحال فارغ ہی تھے۔ پھر اچانک انہیں خیال آیا کہ بجائے فارغ بیٹھنے کے کیوں نہ وہ خود جزیرہ چلے جائیں اور وہاں خود حالات کا جائزہ لیں شاید کوئی ایسا کلیو مل جائے جس کے ذریعے وہ کامیابی حاصل کر لیں۔

یہ سوچتے ہی وہ تیزی سے غسل خانے میں داخل ہو گئے تاکہ نہا کر لباس بدل لیں۔ غسل خانے میں جا کر انہوں نے شاور کھولا اور پھر نہانے میں مصروف ہو گئے۔ غسل خانے کی الماری میں ان کے کپڑے موجود تھے۔ چنانچہ کپڑے بدل کر وہ اطمینان سے غسل خانے کا دروازہ کھول کر باہر نکلے اور بستر کے نیچے پڑے ہوئے اٹیچی کیس نکالنے کے لئے جھکے تاکہ اس کے خفیہ خانے میں موجود ریوالور نکال سکیں کہ اچانک انہیں اپنی پشت پر کسی حرکت کا احساس ہوا۔ انہوں نے تیزی سے مڑنا چاہا مگر دوسرے لمحے ان کے سر کی پشت پر ایک زوردار ضرب لگی اور وہ منہ کے بل فرش پر گر گئے۔ ان کے ذہن میں ہزاروں ستارے ناچ اٹھے تھے۔

اور اسی لمحے ایک اور ضرب لگنے کا احساس ہوا اور پھر ان کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ وہ بے ہوش ہو چکے تھے۔

"بڈھا خاصا صحت مند ہے رافیل" ____ بستر کے قریب کھڑے ہوئے نوجوان نے دروازے کے قریب موجود دوسرے شخص سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں۔ بہرحال غلط فہمی میں مارا گیا۔ اگر وہ ہمیں دیکھ لیتا تو شاید اتنی آسانی سے بے ہوش نہ ہوتا۔ تم اسے اٹھا کر عقبی راستے سے کار میں پہنچاؤ۔ میں کمرے کی تلاشی لے کر ابھی آتا ہوں" ____ رافیل نے کہا اور پھر پہلے نوجوان نے ہاتھ میں پکڑا ہوا بھاری ریوالور جس سے اس نے سر رحمان کے سر پر ضربیں لگائی تھیں جیب میں منتقل کیا اور پھر جھک کر سر رحمان کو اٹھا کر کاندھے پر ڈال لیا۔ سر رحمان چونکہ کافی وزنی تھے اس لئے انہیں کاندھے پر لانے کے لئے اسے خاصا زور لگانا پڑا۔ بہرحال

...ٹھا کر تیز تیز چلتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے باہر جانے کے بعد ...ل نے بڑی پھرتی سے کمرے کی تلاشی شروع کی اور پھر اسے اٹیچی کیس ...یہ خانے سے وہ ریوالور مل گیا جو سر رحمان نکالنا چاہتے تھے۔ اس کے ...وہ کوئی خاص چیز نہ ملی تو رافیل نے سامان کو دوبارہ پہلی جیسی حالت ...رست کیا اور پھر تیزی سے کمرے سے باہر آ گیا۔ اس نے چونکہ ...پر دستانے پہن رکھے تھے اس لئے اسے انگلیوں کے نشان ثبت ...نے کا خطرہ نہ تھا۔ ویسے بھی اس نے کمرے کو زیادہ الٹ پلٹ نہ کیا تھا۔ ...ہ کوئی چیک کرنے آئے تو اسے محسوس نہ ہو سکے کہ سر رحمان کو اغوا ...نے ہیں وہ یہی سمجھے کہ وہ اپنی مرضی سے کہیں چلے گئے ہیں۔ ماسٹر کی کی ...سے اس نے دروازہ دوبارہ لاک کر دیا۔ وہ دونوں ابھی ابھی وہاں ...ے تھے اور انہوں نے دروازہ ماسٹر کی کے ذریعے ہی کھولا تھا اور پھر ...نہانے میں شاور کی آواز سن کر وہ سمجھ گئے تھے کہ کمرے میں رہنے والا ...خانے میں موجود ہے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ دروازے کی اوٹ میں چھپ ...ان کے باہر نکلنے کا انتظار کرتے رہے۔ اور پھر جیسے ہی سر رحمان باہر نکلے ...ن پر ٹوٹ پڑے اور اب نتیجہ سامنے تھا۔ رافیل نے دروازہ بند کیا ...ر راہداری میں سے گزر کر وہ عقبی سمت آ گیا۔ یہ دروازہ فائر بریگیڈ کے لئے ...مخصوص طور پر بنایا گیا تھا اور عمارت کی عقبی سمت ایک تاریک سی گلی میں ...سیڑھیاں اترتی تھیں۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں اترتا ہوا گلی میں آیا۔ اور پھر ...روڈ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ گلی کے ساتھ ہی ایک بڑی سی کار موجود ...ی۔ وہ سیدھا کار کی طرف بڑھا اور پھر اس نے ڈرائیونگ سیٹ والا ...دروازہ کھولا اور سیٹ پر بیٹھ کر بڑی پھرتی سے کار کا انجن سٹارٹ کر دیا۔

"اب اسے کہاں لے جانے کا پروگرام ہے؟" ___ پچھلی نشست سے رافیل کے ساتھی شوگر کی آواز سنائی دی۔

"میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر ہچ والے کیبن میں لے چلتے ہیں۔ وہ محفوظ جگہ ہے وہاں ہم دل کھول کر اس پر تشدد کر سکیں گے" ___ رافیل نے کار آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"مگر ہو سکتا ہے ساحل سمندر پر تفریح کرنے والے جوڑوں میں سے کوئی ادھر آ نکلے" ___ شوگر نے کہا۔

"نکلے گا تو کیا ہوگا۔ صرف لاشوں کی تعداد میں ہی اضافہ ہو جائے گا۔ ویسے مجھے کسی کے آنے کی امید نہیں ہے۔ کیونکہ وہ کیبن عام جگہ سے کافی دور ہٹا ہوا ہے" ___ رافیل نے کہا۔

"ٹھیک ہے" ___ شوگر نے اس بات کی تائید کرتے ہوئے کہا اور رافیل نے کار کی رفتار تیز کر دی۔ سردار خان کو شوگر نے سیٹوں کے درمیان لٹا دیا اور احتیاطاً ایک کمبل ان پر ڈال دیا تھا کہ اگر کہیں کار کی چیکنگ ہو تو چیک کرنے والے سردار خان کو دریافت نہ کر سکیں۔

تقریباً آدھے گھنٹے تک مسلسل ڈرائیونگ کے بعد کار ساحل سمندر پر پہنچ گئی۔ ساحل سمندر پر اس وقت بھی تفریح کرنے والے جوڑوں کا ہجوم تھا۔ مگر رافیل ان سے بچ کر دائیں طرف ریت میں کار بڑھاتے چلا گیا اور پھر تقریباً دس کلومیٹر دور آنے کے بعد اس نے کار کو ایک مخصوص رخ پر موڑ دیا۔ یہاں ریت کے دو بڑے بڑے ٹیلوں کے درمیان لکڑی کا ایک چھوٹا سا کیبن موجود تھا۔ رافیل نے کار کیبن کے قریب لے جا کر ایک ٹیلے کی اوٹ میں روک دی۔ اور پھر وہ دونوں پھرتی سے باہر نکل آئے۔

رافیل نے کیبن کا دروازہ کھولا اور پھر لائٹ جلا کر اس نے تیزی سے کھڑکیوں کے پردے برابر کرنے شروع کر دیے۔ تاکہ یہاں کی روشنی باہر نہ نکل سکے۔ شوگر بے ہوش سردار خان کو اٹھائے کیبن میں داخل ہوا۔ اور اس نے سردار خان کو کیبن کے فرش پر یوں پھینک دیا۔ جیسے کوئی آٹے کی بھری ہوئی بوری کو پھینکتا ہے۔

"اس کے ہاتھ اور پیر باندھ دو تاکہ ہوش میں آنے کے بعد وہ یہاں سے بھاگنے کی کوشش نہ کر سکے" ___ رافیل نے جیب میں سے ریوالور نکال کر ہتھیلی پر اچھالتے ہوئے کہا۔ اور شوگر نے ایک الماری سے رسی نکالی اور پھر انتہائی پیشہ ورانہ طریقے سے اس نے فرش پر پڑے سردار خان کے دونوں ہاتھ پشت پر خاصی مضبوطی سے باندھ دیئے۔ باقی رسی سے اس نے ان کے دونوں پیر جکڑ دیے اور پلٹا کر انہیں سیدھا کر دیا۔ اب سردار خان فرش پر بے بسی کے عالم میں پڑے ہوئے تھے۔

"اسے ہوش میں لے آؤ" ___ رافیل نے کہا اور شوگر نے آگے بڑھ کر میز پر پڑا ہوا جگ اٹھایا اور کیبن میں بنے ہوئے غسل خانے میں گھس گیا۔ چند لمحوں بعد جب وہ باہر آیا تو پانی سے بھرا ہوا جگ اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے پورا جگ سردار خان کے چہرے پر الٹ دیا۔ اور دوسرے لمحے سردار خان نے اپنے سر کو حرکت دی اور پھر انہوں نے آنکھیں کھول دیں۔ آنکھیں کھولتے ہی انہوں نے تیزی سے اپنے جسم کو حرکت دینے کی کوشش کی مگر بے سود ___ وہ اس بری طرح جکڑے ہوئے تھے کہ زیادہ حرکت بھی نہ کر سکتے تھے۔

رافیل بستر کے کنارے پر بیٹھا بڑے غور سے سردار خان کو دیکھ رہا تھا۔

جیسے ان کی قوت برداشت کا اندازہ کر رہا ہو۔ اس کی آنکھوں میں وحشیانہ سی چمک آہستہ آہستہ ابھرتی چلی آ رہی تھی۔ جبکہ شوگر ہاتھ میں جنگ پکڑے بڑے اطمینان سے سر رحمان کے پہلو پر کھڑا تھا۔

"کون ہو تم۔۔۔۔" سر رحمان نے شعور میں آتے ہی ادھر ادھر دیکھتے ہوئے ان دونوں سے پوچھا۔ بے بسی کے باوجود ان کے لہجے میں درشتی تھی۔

"موت کے فرشتے۔" ____ رافیل نے بھیڑیے کے سے انداز میں غراتے ہوئے جواب دیا۔ اور پھر وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹا سا خنجر نکال لیا۔ جس کا پھل تیز ہونے کے ساتھ پتلا اور لمبا تھا۔

"کیا چاہتے ہو۔" ____ سر رحمان نے دانتوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے پوچھا۔

"تمہاری موت۔" ____ رافیل نے خنجر کی نوک پر انگلی پھیرتے ہوئے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ____ موت تو ایک دن آنی ہی تھی آج ہی سہی۔" ____ سر رحمان نے بڑے باوقار انداز میں جواب دیا اور خاموش ہو گئے۔

"بڈھے ____ تمہاری موت شاید پوری دنیا کے لئے عبرت کا باعث بن جاتے کیونکہ میں انسان کا ایک ایک ریشہ اس خنجر سے علیحدہ کرنے کا ماہر ہوں۔" ____ رافیل نے غصیلے لہجے میں جواب دیا

"تم چاہتے کیا ہو مجھے بتاؤ۔" ____ سر رحمان نے اس کی دھمکی کو نظرانداز کرتے ہوئے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"صرف اتنا بتا دو کہ تمہیں یہ معلومات کہاں سے ملیں کہ دہشت گرد

تنظیموں کا مرکز جزیرہ مین ہٹن بنے والا ہے۔" ____ رافیل نے غراتے ہوئے پوچھا۔

"اوہ ____ تو تمہارا تعلق دہشت گرد سے ہے۔" ____ سر رحمان نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔

"جو مرضی آئے سمجھو۔ بہرحال یہ بات تمہیں بتانی پڑے گی ورنہ جب میں نے اپنی فن کاری کا آغاز کیا تو تمہیں موت کی دعا مانگنے کی بھی مہلت نہ ملے گی۔" ____ رافیل نے کہا۔

"اگر میں بتا دوں تو تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے۔" ____ سر رحمان نے پوچھا۔

"تمہیں دو ہاتھ نیچے گے بڈھے ____ تمہارے سر پر سہرا باندھیں گے۔ دیکھو کیسے اطمینان سے ڈرٹر کئے جا رہا ہے۔" ____ شوگر نے غصے سے پھنکتے ہوئے کہا اور پھر لوہے کی زوردار ٹھوکر سر رحمان کے سر پر مار دی۔ ٹھوکر خاصی زوردار تھی مگر سر رحمان کے حلق سے چیخ کی بجائے بس ہلکی سی سسکاری ہی نکلی انہوں نے ہونٹ بھینچ لئے۔

"شوگر ____ تم مداخلت مت کرو۔ کوئی عام آدمی نہیں ہے انٹیلی جنس ڈائریکٹر جنرل ہے۔ اس لئے اس سے وی آئی پی سلوک ہی ہونا چاہئے۔" رافیل نے ہاتھ کے اشارے سے شوگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہونہہ ____ ڈائریکٹر جنرل۔" ____ شوگر نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ایسا کرو شوگر ____ تم باہر جا کر پہرہ دو۔ کیونکہ چند ہی لمحوں بعد اس کے حلق سے طویل چیخیں بلند ہوتی ہیں اور ایسا نہ ہو کہ کوئی بھولا بھٹکا ہوٹل

میں تمہیں بالکل سچ تمہارے سوال کا جواب دے سکتا ہوں ـــ سر اندر آ گھسے اور میرے کام میں مداخلت ہو۔ اگر ایسی بات ہو تو انہیں باہر
سے ہی بستر پر پہنچ دینا۔ میں کام کے دوران مکمل سکون اور اطمینان چاہتا ہوں ان کے لہجے میں ایسا وقار تھا کہ رافیل کو یوں محسوس ہوا۔ جیسے وہ کسی
ہوں" ـــ رافیل نے بڑے سرد لہجے میں کہا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی بات کہہ رہے ہوں بالکل سچ کہہ رہے ہوں۔
ڈرائنگ روم میں بیٹھا عام سی سیاست پر تبصرہ کر رہا ہو۔ اور شوگلر ـــ "تو پھر بتا دیجئے" ـــ رافیل نے کہا۔
ملاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ "ایک شرط ہے ـــ تم مجھے کھول کر کیبن سے باہر چلے جاؤ۔ میں
جب شوگلر دروازے سے باہر نکل گیا تو رافیل نے بڑے اطمینان سے دروازہ اندر سے بند کر لو لگا اور پھر دروازے کے قریب رکھا کر تمہیں
سے ایک طرف پڑا ہوا اسٹول کھینچ کر سر رحمان کے سر کے قریب رکھ سب کچھ بالکل سچ بتا دوں گا۔ اس کے بعد اگر تم چاہو تو کسی بھی انداز میں
اور پھر اس پر یوں بیٹھ گیا جیسے اب اس کا اٹھنے کا قطعی ارادہ ہی نہ ہو۔ مجھے قتل کر دینا۔ مجھے کوئی پرواہ نہ ہوگی۔ کم از کم مرنے سے پہلے مجھے یہ
"ہاں تو سر رحمان اب بہتر یہی ہے کہ آپ سب کچھ ٹھیک ٹھیک بتا اطمینان تو رہے گا کہ میں بے بسی کے عالم میں نہیں مرا۔ بلکہ میں نے
دیں تاکہ میرا زیادہ وقت ضائع نہ ہو۔ البتہ اتنی بات سمجھ لیں کہ میں تشدد کا بے حد جدوجہد کی ہے" ـــ سر رحمان نے ٹھوس لہجے میں کہا۔
پسند آدمی ہوں۔ مجھے تشدد کر کے بے حد لطف آتا ہے۔ مگر چونکہ آپ "اوہ ـــ مگر تم کیا سوچ رہے ہو۔ تمہارے پاس ریوالور ہیں جب کہ
اپنے ملک کے بہت بڑے افسر ہیں کوئی عام سے آدمی نہیں ہیں۔ اس لئے جیسے ہو تم اپنا بچاؤ کیسے کر سکتے ہو" ـــ رافیل نے کچھ سوچتے
نے میں آپ کے ساتھ یہ رعایت کر رہا ہوں کہ آپ کے ساتھ عام آدمی ہوئے کہا۔
جیسا سلوک نہ کروں" ـــ رافیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مجھے اپنے بچاؤ کی کوئی فکر نہیں۔ بس میں صرف اتنا اطمینان چاہتا
"تمہارا نام کیا ہے" ـــ سر رحمان نے اس کی بات کا جواب دینے کہ میں نے کچھ نہ کچھ مقابلہ کرتے ہوئے جان دی ہے" ـــ سر
کی بجائے الٹا سوال کر دیا۔ ان کے لہجے میں وہی اطمینان اور وقار رکھ رحمان نے جواب دیا۔
جیسے وہ کسی عام سے حالات میں کسی کا نام پوچھ رہے ہوں۔ رافیل چند لمحے سر رحمان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں دیکھتا
"رافیل" ـــ رافیل نے جواب دیا۔ ... اور پھر ایک طویل سانس لیتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔
"دیکھو رافیل ـــ میرا تعلق چنگیزی خاندان سے ہے۔ ہم لوگ ضد "ٹھیک ہے ـــ مجھے تمہاری یہ شرط منظور ہے۔ نجانے کیا بات
کے لئے پوری دنیا میں مشہور ہیں۔ اس لئے اگر میں ضد پر اتر آؤں تو تم ہے لیکن ایسا کرنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ بہر حال یہ تجربہ بھی ہی۔ موت تو
میری بوٹی بوٹی علیحدہ کر دو۔ مگر میری زبان بند رہے گی لیکن اگر تم چاہو تو میرا مقدر بن ہی چکی ہے۔ تم بھی اپنی حسرت پوری کر لو" ـــ رافیل

نے کہا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر بستر پر پڑا ہوا ریوالور اٹھا کر جیب میں
ڈال لیا اور پھر جھک کر سر رحمان کی جیبوں کی تلاشی لینے لگا۔ مگر سر رحمان
کی جیبوں میں سے کوئی ہتھیار نہ ملا تو اس نے ایک لمحے کے لئے ادھر ادھر
دیکھا اور پھر اس نے سر رحمان کو ایک جھٹکے سے پلٹ دیا اور پھر اس نے
سر رحمان کے پیروں کی رسی خنجر کی مدد سے کاٹی اور پھر ایک جھٹکے سے
ہاتھوں پر بندھی ہوئی رسی بھی کاٹ دی۔ اور اس سے پہلے کہ سر رحمان
پلٹ کر سیدھے ہوتے وہ تیزی سے مڑا اور پھر بھاگتا ہوا کیبن کا دروازہ
کھول کر باہر نکل گیا۔ سر رحمان نے بڑی پھرتی سے ہاتھوں اور پیروں
سے لپٹی ہوئی باقی ماندہ رسیاں علیحدہ کیں اور اٹھ کر تیزی سے دروازے
کی طرف لپکے۔ کیبن سے باہر راقیل اور شوگر کی تیز تیز باتیں کرنے
آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ سمجھ گئے کہ شوگر کو راقیل کی بات پسند نہیں
اس لئے انہوں نے پھرتی سے دروازے کی زنجیر چڑھا دی۔ تا
راقیل اپنا ارادہ بدل کر واپس اندر نہ آ جائے۔ دروازہ بند کر کے
تیزی سے کھڑکیوں کی طرف بڑھے اور انہیں یہ دیکھ کر اطمینان ہو گیا
کھڑکیوں کے باہر لوہے کی مضبوط جالی لگی ہوئی ہے۔ انہیں اطمینان ہو
کہ راقیل کم از کم کھڑکیوں کے راستے اندر داخل نہیں ہو سکتا۔
ابھی وہ دروازے پر ہی تھے کہ دستک ہوئی۔ اور اس کے ساتھ
ہی راقیل کی آواز سنائی دی۔
"سر رحمان صاحب — میں نے آپ کی شرط پوری کر دی اب
آپ ہماری شرط پوری کیجئے"۔ — راقیل کہہ رہا تھا۔
"ٹھیک ہے سنو — میں جب ویسٹ ہارف پہنچا تو اپنے دو

والی آئیلینڈ کے چیف شارلیز سے ملا۔ اور پھر میرے کہنے پر اس نے
کی وہ سرکاری فائل جو دہشت گردوں سے متعلق تھی مجھے مطالعے
کے لئے دی۔ اس فائل کو پڑھنے کے بعد میں نے اندازہ لگایا تھا کہ دہشت گرد
تنظیموں کا مرکز جزیرہ مائی تھن بننے والا ہے۔ بس اتنی سی بات
— سر رحمان نے جواب دیا۔
اور پھر تیزی سے اچھل کر دروازے سے ایک طرف ہٹ گئے۔ ان
کا خیال درست تھا۔ جیسے ہی ان کی بات ختم ہوئی ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا۔
کے دروازے پر عین اس جگہ سوراخ ہو گیا جہاں سر رحمان کا سینہ
راقیل نے باہر سے سائیلنسر لگے ریوالور سے گولی چلائی تھی مگر سر رحمان پہلے
ہٹ گئے تھے۔ اس لئے راقیل کا نشانہ غلط ثابت ہوا۔ ویسے یہ بات یقینی
اگر سر رحمان وہاں سے ہٹنے میں ذرا سی سستی کرتے تو گولی ان کے
میں گھس جاتی۔ سر رحمان نے دروازے سے ہٹتے ہی تیزی سے ادھر
دیکھا۔ انہیں یقین تھا کہ اب دوسرا حملہ کھڑکیوں کی راہ سے ہو گا۔ مگر
کھڑکیوں پر پڑے ہوئے پردے مجرموں کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ
۔ اس طرح وہ سر رحمان کو دیکھ نہ سکتے تھے۔ کھڑکیوں کے باہر لوہے
مضبوط جالی اندر شیشے کا فریم اور اس کے بعد پردے تھے۔ مجرم گولی
شیشہ تو توڑ سکتے تھے مگر ہاتھ اندر ڈال کر پردہ نہ ہٹا سکتے تھے۔ اس
سر رحمان کو وہ کسی طرح چیک نہ کر سکتے تھے۔ مگر اس کے باوجود سر
اپنے بچاؤ کے لئے کوئی محفوظ جگہ تلاش کرنا چاہتے تھے چنانچہ
دیوار کے ساتھ ساتھ تیزی سے چلتے ہوئے غسل خانے میں گھس گئے۔
مجھے پورے کیبن میں جیسے بھونچال سا آگیا۔ مجرموں نے دونوں کھڑکیوں

سے بے تحاشہ فائرنگ شروع کر دی۔ اس بار فائرنگ مشین گن سے کی
جا رہی تھی۔ شاید کار میں مشین گن پہلے سے موجود تھی۔ سر رحمان غسل خانے
میں ہونے کی وجہ سے اس بے تحاشہ فائرنگ سے بچ گئے تھے۔ مگر اب وہ
تیزی سے سوچ رہے تھے کہ اگر انہوں نے فوری طور پر اپنے بچاؤ کی کوئی
تدبیر نہ کی تو بالآخر وہ مجرموں کے ہاتھوں ہلاک ہو جائیں گے۔ لکڑی
کا کیبن آخر کب تک ان مجرموں کی راہ میں رکاوٹ بنے گا۔

سر رحمان نے غسل خانے میں ادھر ادھر نظریں دوڑائیں اور پھر
اچانک ان کی نظریں غسل خانے میں بنے ہوئے ایک چوڑے روشندان
پر پڑیں۔ روشندان میں اندھا شیشہ لگا ہوا تھا۔ سر رحمان سمجھ گئے
کہ شیشہ خاصا مضبوط ہوگا۔ مگر اب انہوں نے ایک پلان بنا لیا تھا۔ اس
لئے وہ تیزی سے جھکے اور پھر انہوں نے ایک طرف پڑا ہوا لمبے ہینڈل
والا برش اٹھا لیا۔ یہ برش واش بیسن کی صفائی کے لئے ہوتا ہے۔
برش اٹھا کر وہ تیزی سے فلش ٹینکی کی طرف بڑھے۔ نجانے ان کے
بوڑھے جسم میں کہاں سے طاقت آ گئی تھی۔ کہ انہوں نے اپنے جسم کو
ایک زوردار جھٹکا دیا اور دوسرے لمحے فلش ٹینکی کا پائپ پکڑ کر وہ ٹینکی کے
اوپر چڑھ کر کھڑے ہو گئے۔ اب ان کا ہاتھ آسانی سے روشندان تک
جا سکتا تھا۔

اُسی لمحے انہیں محسوس ہوا کہ کیبن کے دروازے پر ٹکریں ماری جا
رہی ہیں۔ شاید مجرم اب تنگ آکر دروازہ توڑنے کا پروگرام بنا چکے تھے۔
سر رحمان چوکنے ہو کر کھڑے ہو گئے۔ پھر جیسے ہی دروازہ پر ایک زوردار
ٹکر کا دھماکہ ہوا۔ سر رحمان کا ہاتھ انتہائی تیزی سے حرکت میں آیا۔ انہ

انہوں نے پوری قوت سے برش کا ہینڈل شیشے پر مارا۔ ضرب اتنی قوت
سے لگی تھی کہ پہلی ہی ضرب سے شیشہ چکنا چور ہو کر کرچیوں کی صورت میں
نیچے آگرا۔ اب روشندان خالی ہو چکا تھا۔ دروازے پر ٹکریں مسلسل پڑ
رہی تھیں اور دروازے کی کھڑکھڑاہٹ بتا رہی تھی کہ شاید اب وہ
چند لمحوں کا مہمان رہ گیا ہے۔ سر رحمان نے دونوں ہاتھوں سے روشندان
کے کنارے تھامے اور پھر انتہائی تیزی سے اپنے جسم کو اوپر کی
طرف اٹھایا۔ پہلے ہی جھٹکے میں ان کا جسم سینے تک روشندان سے
باہر نکل گیا۔ اور سر رحمان نے ایک ہاتھ باہر نکال کر کیبن کے کنارے
کو پکڑ لیا۔ دوسرے لمحے وہ گھسٹتے ہوئے روشندان سے نکل کر کیبن کی
چھت پر پہنچ چکے تھے۔

کیبن کی چھت پر پہنچتے ہی وہ سانپ کی سی تیزی سے کھسکتے ہوئے
اس طرف بڑھے جدھر کیبن کا دروازہ تھا۔

اُسی لمحے ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ اور سر رحمان سمجھ گئے کہ کیبن کا
دروازہ ٹوٹ گیا ہے۔ ظاہر ہے وہ دونوں اب اندر گئے ہوں گے۔ اور
باقی اب چند لمحوں کا کھیل رہ گیا تھا کیونکہ غسل خانے میں جاتے ہی انہیں معلوم
ہو جاتا کہ سر رحمان روشندان کا شیشہ توڑ کر چھت پر پہنچ چکے ہیں۔ اس
لئے دھماکہ کی بازگشت ختم ہونے سے پہلے ہی انہوں نے کیبن کی چھت سے
نیچے چھلانگ لگا دی۔ نرم نرم ریت نے انہیں اپنے اوپر یوں سنبھال
لیا جیسے بچے کو ماں اپنی گود میں لے لیتی ہے۔ نیچے گرتے ہی وہ تیزی
سے اٹھے اور پھر قریب کھڑی مجرموں کی کار کی طرف بڑھتے چلے گئے۔
کار کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ دروازے کھلنے کی وجہ سے کار

کے اندر کی لائٹ جل رہی تھی اور پھر انہیں کار کے ڈیش بورڈ کے اوپر ایک ریوالور کی جھلک نظر آگئی۔ اور سر رحمان نے جھپٹ کر ریوالور اٹھایا اور پھر سانپ کی سی تیزی سے رینگتے ہوئے ایک ریت کے ٹیلے کی اوٹ میں ہو گئے۔ اور عین اُسی لمحے وہ دونوں بھاگتے ہوئے دروازے سے باہر نکلے۔ اور پھر شوگلر سیدھا کار کی طرف آیا۔ اور اچھل کر کار کی چھت پر چڑھ گیا۔ اب وہ آسانی سے کیبن کی چھت پر دیکھ سکتا تھا۔

"وہ چھت پر نہیں ہے۔ وہ نکل گیا" ۔ شوگلر نے چیختے ہوئے کہا۔ اور پھر نیچے اترنے کے لئے وہ جھکا ہی تھا کہ سر رحمان کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور سے ٹھس کی آواز سنائی دی۔ اور شوگلر کے حلق سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور بے اختیار اس کے ہاتھ سینے کی طرف اٹھ گئے اور اسی عالم میں وہ منہ کے بل نیچے ریت پر آگرا۔ سر رحمان کا نشانہ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی سچا تھا۔

رافیل نے چونک کر شوگلر کو دیکھا اور دوسرے لمحے وہ تیزی سے شوگلر کی طرف بڑھا۔ شاید اُسے یہ بات سمجھ نہ آئی تھی کہ شوگلر اس طرح اچانک کیوں گرا ہے۔

"ریوالور پھینک کر ہاتھ اٹھا لو رافیل ۔۔۔ ورنہ میری گولی پشت میں گھس کر سیدھی دل میں ترازو ہو جائے گی" ۔۔۔ سر رحمان کی کڑک دار آواز سنائی دی۔

اور رافیل ایک جھٹکے سے مڑا۔ اب سر رحمان ریوالور سنبھالے سامنے کھڑے تھے۔ ایک ریوالور رافیل کے ہاتھ میں بھی تھا۔ مگر سر رحمان کی پوزیشن دیکھتے ہی وہ سمجھ گیا کہ جب تک وہ ریوالور سیدھا کرے

کہ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی ہو گی۔ چنانچہ اس نے دونوں ہاتھوں سے ریوالور نیچے پھینک دیا۔ اس کے چہرے پر انتہائی حیرت کے آثار نمایاں تھے۔ جیسے اس سچویشن پر یقین نہ آ رہا ہو۔

"مگر تم تو نہتے تھے پھر یہ ریوالور" ۔۔۔ رافیل نے دونوں ہاتھ سر سے بلند کرتے ہوئے پوچھا۔ اس کے لہجے میں شدید حیرت تھی۔

"آدمی اگر ذہن استعمال کرے تو نہتا بھی سب کچھ کر سکتا ہے مسٹر رافیل" ۔۔۔ سر رحمان نے کہا اور پھر انہوں نے ہاتھ میں پکڑا ہوا ریوالور تھوڑا سا اونچا کیا اور ان کی انگلی ٹریگر پر جم گئی۔

اور عین اُسی لمحے رافیل نے ان پر چھلانگ لگا دی۔ گو رافیل نے اپنی طرف سے بے پناہ پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ مگر سر رحمان کے ریوالور سے نکلنے والی گولی سے نہ بچ سکا۔ اور گولی ٹھیک اس کے پیٹ میں گھستی چلی گئی۔ مگر چونکہ وہ سر رحمان پر چھلانگ لگا چکا تھا اس لئے گولی کھا کر بھی وہ سر رحمان کے اوپر آگرا۔ اور سر رحمان جھٹکا کھا کر پشت کے بل زمین پر گر گئے۔ ان کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر ایک طرف جا گرا۔ رافیل سر رحمان کے اوپر آگرا تھا۔ پیٹ میں گولی کھانے کی وجہ سے اس کا چہرہ تکلیف کی شدت سے بگڑ گیا تھا اور آنکھوں میں وحشت سی ناچ رہی تھی۔ نیچے گرتے ہی اس نے تیزی سے کروٹ بدلی اور پھر قریب پڑے ریوالور کی طرف جھپٹا۔ چونکہ کیبن کا دروازہ کھلا ہوا تھا اس لئے اندر سے آنے والی روشنی ان دونوں پر پڑ رہی تھی۔ رافیل کا ایک ہاتھ پیٹ پر تھا جہاں سے خون چشمے کی صورت میں بہہ رہا تھا اور دوسرا ہاتھ پھیلا کر اس نے ریوالور کی طرف بڑھایا۔ اُسی لمحے سر رحمان تیزی سے اٹھے اور

انہوں نے جھپٹ کر وہ ریوالور اٹھانا چاہا۔ مگر اس سے پہلے کہ سر رحمان کا ہاتھ ریوالور پر پڑتا۔ رافیل نے ریوالور جھپٹ لیا۔ اور پھر اس نے انتہائی تیزی سے کروٹ بدلی۔ سر رحمان نے بھی جھپٹ کر اس کے اوپر گرنے کی کوشش کی مگر عین اسی لمحے رافیل کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور سے گولی نکلی۔ اور سر رحمان کے سینے میں گھستی چلی گئی۔ اور سر رحمان کے حلق سے بے اختیار ایک زوردار چیخ نکل گئی۔ اور وہ پہلو کے بل زمین پر گرے اور تڑپنے لگے۔ رافیل نے ٹریگر دبا کر دوسرا فائر کرنا چاہا مگر موت نے اسے مہلت نہ دی اور اس کا ہاتھ بے جان ہو کر نیچے گر گیا۔

اب رافیل اور ٹوگر دونوں ہلاک ہو چکے تھے اور سر رحمان ریت پر پڑے بری طرح تڑپ رہے تھے۔ لمحہ بہ لمحہ ان کی حرکات سست ہوتی چلی جا رہی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا کہ چند لمحوں بعد وہ بھی ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے اور آہستہ آہستہ ان کا تڑپتا ہوا جسم بے جان ہوتا چلا گیا۔

"تنویر — تم باہر رکو۔ میں اور کیپٹن شکیل اندر جائیں گے۔ واچ ٹرانسمیٹر آن کر لینا۔ اگر ہمیں ضرورت پڑی تو ہم کاشن دیں گے"۔ صفدر نے تنویر کو ایک طرف ہوتے ہوئے ملاقات اور تمام پروگرام سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے" — تنویر نے سر ہلایا۔ اور پھر صفدر اور کیپٹن شکیل دونوں تیزی سے دیوار کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ کوٹھی کی دیواریں کچھ زیادہ بلند نہ تھیں۔ اور چونکہ کوٹھی کی عقبی سمت تھی اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اس لئے وہ دونوں بڑی آسانی سے دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف کود گئے۔ ان دونوں کو ہی یہ احساس تھا کہ یہ بین الاقوامی مجرموں کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ اس لئے ظاہر ہے یہاں حفاظت کے انتظام بھی بے حد سخت ہوں گے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ دونوں بے حد چوکنے اور محتاط تھے۔

کافی دیر تک وہ دونوں دیوار کے ساتھ موجود جھاڑیوں کی باڑ کے پیچھے چھپے رہے مگر جب انہیں کہیں سے بھی کوئی ردعمل محسوس نہ ہوا تو وہ دونوں باڑ کے پیچھے سے نکلے اور پھر تیزی مگر انتہائی محتاط طریقے سے

چلتے ہوئے عمارت کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ عمارت پر پُراسرار سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اندر کوئی ذی روح موجود نہ ہو۔ مگر وہ جانتے تھے کہ اس قدر گہری خاموشی کے اندر بسا اوقات طوفان چھپے ہوئے ہوں گے۔ اس لئے وہ محتاط انداز میں آگے بڑھتے چلے گئے۔ عمارت کی سائیڈ سے ہو کر جب وہ برآمدے کی طرف آئے تو انہیں پورچ اور برآمدے میں بلب جلتے نظر آئے۔ البتہ کوئی آدمی نظر نہ آ رہا تھا۔ اور پھاٹک کے ساتھ چوکیدار کے کیبن میں بھی روشنی ہو رہی تھی مگر باہر کوئی آدمی نہ تھا۔

"کہیں مجرم ہیڈ کوارٹر خالی تو نہیں کر گئے" ـــــ صفدر نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

"یہی تو ایسا ہی ہوتا ہے" ـــــ کیپٹن شکیل نے دبے دبے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ دونوں ہاتھوں میں ریوالور سنبھالے عمارت کے اندر گھستے چلے گئے۔ مختلف کمروں میں گھومنے کے بعد وہ ایک دروازے کے سامنے رک گئے۔ کمرے کے اندر کسی کے سانس لینے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ مگر اس پر پڑے ہوئے بھاری پردے کی وجہ سے اندر کا منظر دکھائی نہ دے رہا تھا۔ صفدر نے ریوالور کی نال سے پردہ ہٹانا چاہا مگر ریوالور کی نال لوہے کے دروازے سے ٹکرا گئی اور چھن کی سی آواز پیدا ہوئی۔

"کون ہے" ـــــ اندر سے ایک کرخت آواز سنائی دی اور وہ دونوں جھپٹ کر تیزی سے اندر گھس گئے۔

یہ کمرہ ایک خاصی بڑی لائبریری تھی جس کے درمیان میں رکھی ہوئی

میز کے پیچھے ایک ادھیڑ عمر آدمی ہاتھ میں کتاب پکڑے بیٹھا ہوا تھا۔ اس آدمی کے چہرے پر ان دونوں کو دیکھ کر شدید حیرت کے آثار ابھر آئے۔

"خبردار اگر حرکت کی" ـــــ صفدر نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"تم ـــ کون ہو تم ـــ" اس آدمی نے قدرے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"شکیل ـــ میں اسے کور کرتا ہوں تم باقی کوٹھی چیک کرو" ـــــ صفدر نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا اور کیپٹن شکیل سر ہلاتا ہوا تیزی سے واپس مڑ گیا۔

"اٹھ کر اس دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ" ـــــ صفدر نے ریوالور کی نال اس کی طرف اٹھاتے ہوئے کرخت لہجے میں کہا۔

"مم ـــ مگر ...." ـــــ اس آدمی نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اگر مگر مت کرو جیسا میں کہہ رہا ہوں ویسے کرو ورنہ گولی مار دوں گا" ـــــ صفدر نے انتہائی سرد لہجے میں کہا اور وہ شخص اٹھ کر صفدر کے کہنے کے مطابق دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ صفدر نے انتہائی پھرتی سے اس کی جیبوں کی تلاشی لی مگر اس کی جیبوں میں اسلحہ نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ اسی لمحے کیپٹن شکیل بھی اندر آ گیا۔

"کوٹھی خالی پڑی ہے صفدر ـــ اس شخص اور گیٹ پر موجود چوکیدار کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ چوکیدار کو میں باندھ کر ڈال آیا ہوں" کیپٹن شکیل نے اندر آتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب کیا ہوا" ۔۔۔۔ صفدر نے پریشان سے لہجے میں کہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں ڈاج دیا گیا ہے" ۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تمہارا نام کیا ہے۔ ادھر کرسی پر بیٹھ جاؤ" ۔۔۔۔ صفدر نے دیوار کی طرف منہ کئے کھڑے آدمی سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ مڑ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر ابھی تک حیرت اور خوف کے آثار نمایاں تھے۔

"میرا نام سرجان گیبل ہے اور میں ایک سائنسدان ہوں" ۔۔۔۔ ادھیڑ عمر آدمی نے جواب دیا۔

"کوٹھی کا نمبر کیا ہے" ۔۔۔۔ صفدر نے پوچھا۔

"چالیس سٹراپاس" ۔۔۔۔ سرجان گیبل نے جواب دیا۔

"پتہ تو درست ہے شکیل۔ تم یہاں کی تلاشی لو۔ مجھے کچھ شک پڑ رہا ہے کہ کوئی گہری بات ہے" ۔۔۔۔ صفدر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو" ۔۔۔۔ سرجان گیبل نے پوچھا۔ اب وہ قدرے مطمئن ہو چکے تھے۔

"خاموش رہو۔ زیادہ بولنا تمہارے لئے نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتا ہے" ۔۔۔۔ صفدر نے اُسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔ اور سرجان گیبل ہونٹ بھینچ کر خاموش ہو گئے۔

کیپٹن شکیل نے انتہائی تیزی اور پھرتی سے تلاشی کا آغاز کیا۔ کمرے کی دیواروں کے ساتھ بنے ہوئے ریکوں میں تو ہر طرف کتابیں ہی بھری ہوئی تھیں۔ جن کی تلاشی کارے دارد تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ سب سے

پہلے اس میز کی طرف متوجہ ہوا۔ جس کے پیچھے سرجان گیبل بیٹھے پڑھ رہے تھے۔ اس نے میز کی اوپر والی دراز کھولی اور دوسرے لمحے وہ یوں بری طرح اچھلا جیسے اس کا جسم یکدم سپرنگوں کا بن گیا ہو۔ اس کے ہاتھ میں سرخ رنگ کی ایک موٹی سی فائل تھی۔

"کیا ہوا" ۔۔۔۔ صفدر نے چونکتے ہوئے کہا۔

"دہشت گرد کی فائل" ۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے سنبھلتے ہوئے کہا۔

"دہشت گرد کی فائل" ۔۔۔۔ صفدر بھی حیران رہ گیا۔

"ہاں ۔۔۔ دیکھو یہ یہاں کی انٹیلی جنس کی مرتب کردہ فائل ہے" کیپٹن شکیل نے فائل کے اوراق پلٹتے ہوئے صفدر کے قریب آ کر کہا۔

"ہوں تو یہ مسئلہ ہے۔ ہمیں ڈاج دیا جا رہا تھا۔ مگر اس فائل نے یہ مسئلہ حل کر دیا۔ کیوں مسٹر سرجان گیبل اب سیدھے طریقے سے بتا دو کہ تمہارا سرغنہ کون ہے اور اس وقت کہاں ہے" ۔۔۔۔ صفدر نے بڑے سرد لہجے میں سرجان گیبل کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ چھائی ہوئی تھی۔

"سرغنہ ۔ کیسا سرغنہ ۔۔۔ میں سمجھا نہیں" ۔۔۔۔ سرجان گیبل نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اوہ ۔۔۔ تو تمہیں اب چاقو کی مدد سے سمجھانا پڑے گا۔ ویسے تمہاری اداکاری کا جواب نہیں۔ یوں حیرت ظاہر کر رہے ہو جیسے واقعی تمہیں کچھ پتہ نہیں" ۔۔۔۔ صفدر نے جیب میں ریوالور رکھ کر ایک بڑا سا گراری دار چاقو نکالتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے کمرے میں چاقو کھلنے کی کڑکڑاہٹ

گونج اٹھی۔ صفدر کی آنکھوں میں اب اس بھیڑیے جیسی چمک ابھر آئی تھی، جیسے کئی دنوں کی بھوک کے بعد اچانک اپنے سامنے شکار نظر آ گیا ہو۔

"مگر — میں سچ کہہ رہا ہوں میں کسی دہشت گرد کو نہیں جانتا" — سر جان گیبل نے لب بھینچتے ہوئے کہا۔ ان کے چہرے پر شدید خوف کے آثار نمایاں تھے اور آنکھوں میں الجھن تیر رہی تھی۔

صفدر چاقو کھولے سر جان گیبل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے قدم بہ قدم آگے بڑھ رہا تھا کہ یکلخت ٹھٹھک کر رک گیا۔ اس کا تجربہ بتا رہا تھا کہ سر جان گیبل سچ بول رہے ہیں مگر مسز کینڈی کا بتایا ہوا پتہ اور پھر دہشت گرد کی فائل دونوں باتیں اس کے تجربے کو جھٹلا رہی تھیں۔

"کیا تمہارا تعلق دہشت گرد تنظیم سے نہیں ہے؟" — صفدر نے پھنکارتے ہوئے پوچھا۔

"اوہ — دہشت گرد — نہیں نہیں — میرا ان سے کیا تعلق۔ میں تو ایک سائنسدان ہوں۔ یہاں کی قومی لیبارٹری کا انچارج ہوں تم یقین کرو میں سچ کہہ رہا ہوں" — سر جان گیبل نے انتہائی پریشانی کے عالم میں کہا۔

"مگر یہ دہشت گرد کی فائل؟" — صفدر نے دانت بھینچتے ہوئے پوچھا۔ اس کی اپنی آنکھوں میں الجھن کے تاثرات تھے۔

"اوہ — یہ فائل — یہ فائل تو میں نے اپنے دوست یہاں کے انٹیلی جنس کے چیف شارپلر سے کہہ کر منگوائی ہے" — سر جان گیبل نے کہا۔

"مگر کیوں — تمہارا اس فائل سے کیا تعلق ہے؟" — صفدر نے

ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

"میرا اس فائل سے تو کوئی تعلق نہیں۔ دراصل میری بیٹی یونیورسٹی کی چھٹیوں پر گھر آئی ہوئی ہے اس کے ساتھ ایک نوجوان تھا جو اپنا نام پرنس آف ڈھمپ بتاتا تھا۔ وہ ایک بہت بڑا سائنسدان بھی ہے۔ میں نے اسے اپنی قومی لیبارٹری میں ریسرچ کرنے کے لئے کہا مگر اس نے کہا کہ جب تک اس ملک سے دہشت گرد تنظیم کا خاتمہ نہیں ہو جاتا وہ اطمینان سے ریسرچ نہیں کر سکتا کہیں دہشت گرد لیبارٹری ہی نہ تباہ کر دیں۔ پھر اس نے بتایا کہ وہ خود دہشت گرد تنظیم کا خاتمہ کرے گا۔ بقول اس کے ایشیا کا مشہور جاسوس علی عمران اس کا شاگرد ہے۔ یہ فائل اس کے کہنے پر میں نے اپنے دوست سے بڑی مشکل سے چند گھنٹوں کے لئے منگوائی ہے۔ تاکہ وہ اسے پڑھ سکے" — سر جان گیبل نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ اور صفدر کے چہرے پر مسکراہٹ کے آثار ابھرے۔ واقعی سر جان گیبل خالی خولی سائنسدان ہی تھے۔ عمران نے انہیں فائل کے لئے استعمال کیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب یہ اتفاق ہی ہے کہ مسز کینڈی نے غلط کوٹھی کا پتہ بتاتے ہوئے یہاں کا نمبر دے دیا۔

"کینڈی آرٹ گیلری کی مالکہ مسز کینڈی کو جانتے ہو؟" — صفدر نے اچانک کسی خیال کے تحت پوچھا۔

"مسز کینڈی — ہاں کیوں نہیں۔ میری بیٹی ایک مصورہ ہے۔ اور وہ بھی اور وہ اس کی گیلری میں جاتے رہتے ہیں اور کبھی کبھی میری بیٹی کی دعوت پر وہ ہمارے گھر بھی آتی رہتی ہے" — سر جان گیبل نے جواب دیا۔

"ہوں ۔ ۔ اسی لئے جو پتہ سب سے پہلے مسز ایڈی کے ذہن میں آیا" صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

آیا وہ اس نے بتا دیا"۔۔۔ صفدر نے سوچا۔

"یہ پرنس آف ڈھمپ اب کہاں ہے"۔۔۔ صفدر نے پوچھا۔

"وہ میری بیٹی کے ساتھ شہر کی سیر کرنے گیا ہوا ہے۔ وہ کافی رات گئے واپس آئیں گے"۔۔۔ مادام گیبل نے جواب دیا۔

"اچھا مسز جان گیبل تمہارے بچے نے ہماری جانیں بچا دی۔ بہرحال یہ فائل ہم ساتھ لئے جا رہے ہیں"۔۔۔ صفدر نے کہا۔

"مم ۔۔ مگر شاہ لیز کو میں نے یہ واپس دینی ہے"۔۔۔ مسز جان گیبل نے انتہائی پریشان لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اگر ہم نے مناسب سمجھا تو یہ فائل واپس کر دیں گے تم شاہ لیز سے کوئی بہانہ بنا لینا اور سنو پیچھے آنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ۔۔۔" صفدر نے کہا۔ اور پھر کیپٹن شکیل کو اشارہ کر کے وہ تیزی سے پلٹا اور وہ دونوں تقریباً بھاگتے ہوئے لائبریری سے باہر آ گئے البتہ صفدر نے باہر نکلتے ہی دروازہ بند کر کے لاک لگا دیا تھا۔

اور پھر وہ تیزی سے چلتے ہوئے برآمدے میں آئے اور عمارت کی پشت کی طرف مڑ گئے۔

"اور کچھ فائدہ ہوا یا نہیں، کم از کم دہشت گرد کے بارے میں سرکاری فائل مل گئی۔ باس اس سے فائدہ اٹھائیں گے"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"اور ہاں جب عمران کو پتہ چلے گا کہ جس فائل کے لئے اس نے یہ سارا چکر چلایا تھا وہ ہاتھ سے نکل گئی ہے تو اس کی شکل دیکھنے والی ہو گی۔۔۔"

اور پھر وہ دونوں دیوار پھاند کر باہر نکل آئے۔

"کیا ہوا"۔۔۔ تنویر نے انہیں یوں اطمینان سے واپس آتے دیکھ کر پوچھا۔

"کچھ نہیں۔۔۔ یہ مجرموں کا ہیڈ کوارٹر نہیں ہے۔ ہمیں ڈاج دیا گیا تھا۔ بہرحال ایک فائل مل گئی ہے مطلب کی"۔۔۔ صفدر نے کہا اور پھر وہ تیزی سے مڑ کر سڑک کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

سڑک پر پہنچنے سے پہلے ہی ایکسٹو ایک ستون کے پیچھے سے نکل آیا۔

"فائل مجھے دے دو شکیل۔۔۔ اور سنو صفدر تم یہیں رک جاؤ۔ جب عمران واپس آئے تو تم نے اس کی مکمل نگرانی کرنی ہے"۔۔۔ ایکسٹو نے اپنی مخصوص آواز میں کہا۔ اسی لمحے تنویر نے فائل ایکسٹو کی طرف بڑھا دی۔

"تنویر اور شکیل تم دونوں واپس ہوٹل جاؤ اور مزید ہدایات کا انتظار کرو اور سنو اب تم نے میک اپ میں باہر نکلنا ہے۔ اور صفدر تم بھی ہیڈن میک اپ کر لو کوشش کرنا کہ عمران تمہیں نہ پہچان سکے"۔۔۔ ایکسٹو نے فائل کیپٹن شکیل سے لیتے ہوئے کہا۔

"بہتر باس"۔۔۔ ان تینوں نے کہا اور پھر ایکسٹو تیزی سے چلتا ہوا دوبارہ اندھیرے میں غائب ہو گیا۔

"آؤ چلیں شکیل ہماری جان تو چھوٹی اب صفدر جانے اور اس کا کام"۔ تنویر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا جیسے اس کے سر سے کوئی بہت بڑا بوجھ اتر گیا ہو۔ کیپٹن شکیل مسکرا کر اس کے ساتھ چل دیا۔

عمران اور مس گیبل شہر کی سیر کرنے اور کھانا کھانے کے بعد واپس اپنی رہائش گاہ کی طرف آرہے تھے کہ اچانک مس گیبل نے چونک کر

"آج چاند کی چودھویں تو نہیں ہے"

"چودھویں" ـــــ عمران نے چونک کر کہا "درست نہیں آج تو چاند کا چالیسواں ہے بے چارے کو مرے ہوئے چالیس دن ہو گئے" ـــــ عمران کا لہجہ بے حد سوگوار تھا۔

"ہاں چودھویں ہے۔ ویری گڈ پرنس ـــــ آج ساحل سمندر پر ایک خوبصورت میلہ لگتا ہے۔ دیکھو گے تو تمام غم ذہن سے بھول جاؤ گے" مس گیبل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے کار کا رخ ایک اور سڑک کی طرف موڑ دیا۔

"ارے ارے یہ کہاں جا رہی ہو" ـــــ عمران نے پریشان ہوتے ہوئے پوچھا۔

"میلہ دیکھنے" ـــــ مس گیبل نے کار کی سپیڈ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"مس گیبل ابھی تمہارے دودھ کے دانت نہیں ٹوٹے" ـــــ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں پوچھا۔

"کیا مطلب" ـــــ مس گیبل نے چونک کر پوچھا۔

"بھئی میلہ تو بچے دیکھا کرتے ہیں" ـــــ عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"یہ نوجوانوں کا میلہ ہے۔ اور ہر ماہ چاند کی چودھویں کو لگتا ہے خوبصورت لڑکیاں اور لڑکے اس میلے میں شرکت کرتے ہیں اور خوب دل کھول کر لطف اندوز ہوتے ہیں" ـــــ مس گیبل نے جواب دیا۔

"اوہ ـ ویری بیڈ ـــــ کیا انہیں شرم نہیں آتی" ـــــ عمران نے بری طرح شرماتے ہوئے کہا۔ اور مس گیبل ان کا یہ انداز دیکھ کر بے اختیار ہنس پڑی۔

"شرم کس بات کی" ـــــ مس گیبل نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"یعنی تمہارا مطلب شرم کے لئے چند باتیں مخصوص ہیں مثلاً کون سی" ـــــ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں پوچھا اور اس بار ہنسنے کی باری مس گیبل کی تھی۔

"خاموش رہو پرنس ـــــ تم بہت منہ پھٹ ہو۔ بغیر سوچے سمجھے جو منہ میں آتا ہے کہہ دیتے ہو" ـــــ مس گیبل نے کہا اور عمران بے اختیار مسکرا دیا۔ تھوڑی دیر بعد کار ساحل سمندر تک پہنچ گئی۔ اور عمران نے دیکھا کہ وہاں واقعی میلہ لگا ہوا تھا۔ بے شمار نوجوان لڑکیاں اور لڑکے وہاں موجود تھے۔ وہ سب یوں اچھل کود رہے تھے۔ ناچ رہے تھے اٹکھیلیاں کر رہے تھے کہ جیسے چابی کے کھلونے ہوں جن میں چابی بھر

دی گئی ہو۔ خاصا پُر لطف اور خوب صورت منظر تھا۔

مس گیبل نے ایک طرف کار روک دی اور پھر وہ دونوں بھی نیچے اتر کر اس ہجوم میں شامل ہو گئے۔

"آؤ چلیں مس ۔۔۔ اس شخم و دھاڑ میں میرا تو دماغ پھٹنے کے قریب ہے" ۔۔۔ آدھے گھنٹے بعد عمران نے مس گیبل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ابھی چلیں ابھی تو آدھی رات نہیں ہوئی۔ آدھی رات کو یہ میلہ اپنے عروج پر پہنچ جاتا ہے وہ دیکھنے والا منظر ہوتا ہے۔ بوڑھے بھی اس وقت اپنے آپ کو جوان محسوس کرنے لگتے ہیں" ۔۔۔ مس گیبل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر کار کی چابی مجھے دے دو میں واپس چلتا ہوں تم میلہ دیکھ کر آجانا میں آرام کرنا چاہتا ہوں" ۔۔۔ عمران نے قدرے سپاٹ لہجے میں کہا۔

وہ واقعی اس بے معنی سی اچھل کود سے بیزار ہو گیا تھا۔ اور پھر وہ اس ملک میں ایک خاص مشن پہ آیا تھا۔ سیر و تفریح کرنے نہیں۔ اُسے یقین تھا کہ سر جان گیبل نے فائل منگوالی ہو گی۔ وہ فائل پڑھ کر ایکشن میں آجانا چاہتا تھا۔ تاکہ جلد از جلد اس مشن کا خاتمہ ہو۔ مس گیبل نے اُسے روکنے کی بے حد کوشش کی۔ مگر جب عمران کے سر پہ بیزاری کی دھول چھا جائے تو پھر وہ کہاں سنتا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے تم جاؤ میں کسی سے لفٹ لے کر آجاؤں گی" ۔ مس گیبل نے چابی عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"شکریہ اچھی لڑکی مجھے امید ہے تم میلے میں گم نہیں ہو جاؤ گی" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر چابی کو رنگ انگلیوں میں گھماتا ہوا کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی کار خاصی تیز رفتاری سے واپس دوڑی جا رہی تھی مگر تھوڑی دور آنے کے بعد اس نے کار روک دی۔ کیونکہ اس کے خیال کے مطابق اتنے فاصلے کے بعد پختہ سڑک آجانی چاہیے تھی مگر یہاں دور دور تک ریت ہی ریت پھیلی ہوئی تھی۔ اور پھر اسے یاد آیا کہ آتے وقت ٹیلوں کے درمیان ایک چھوٹا سا راستہ شمال کی طرف مڑتا دکھائی دیا۔ یہ راستہ اس قسم کا تھا جیسے بکثرت کاریں چلنے کی وجہ سے خود بخود بن گیا ہو۔

"میرا خیال ہے میں راستہ بھول گیا ہوں" ۔۔۔ عمران نے سوچا پھر کچھ دیر ادھر ادھر دیکھنے کے بعد اس نے کار اس کچے راستے کی طرف موڑ دی۔

کافی آگے جانے کے بعد اچانک وہ راستہ بھی غائب ہو گیا۔ اب ہر طرف ریت ہی ریت پھیلی ہوئی تھی۔ کہیں کہیں ریت کے اونچے اونچے ٹیلے بھی دکھائی دے رہے تھے۔

"کمال ہے کہیں میلہ دیکھتے دیکھتے میں پھر بچپن کی حدود میں تو داخل نہیں ہو گیا کہ راستہ ہی بھول گیا" ۔۔۔ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ کار سے نیچے اتر آیا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ کسی سے راستے کے متعلق معلوم کرے گا۔ مگر وہاں دور دور تک کوئی نظر نہ آ رہا تھا۔ عمران آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایک بڑے سے ٹیلے کی طرف بڑھ

اور پھر وہ تیزی سے ٹیلے پر چڑھتا چلا گیا۔ اس کا خیال تھا کہ شاید کوئی آدمی یا کوئی جھونپڑا دکھائی دے جائے۔ اور پھر ٹیلے پر چڑھتے ہی وہ چونک پڑا۔ وہ اسے ایک کیبن کی چھت دکھائی دے رہی تھی۔ کیبن کے روشندانوں سے روشنی کی کرنیں صاف جھانک رہی تھیں۔

عمران ایک طویل سانس لے کر نیچے اترا۔ اسے خوشی تھی کہ کم از کم اب وہ زیادہ دیر بھٹکنے سے بچ جائے گا۔ اس نے کیبن کا حدود اربعہ ذہن میں بٹھا لیا تھا۔ اس نے اس کے کار کو اندازے کے مطابق کیبن کی طرف دوڑانا شروع کر دیا۔ اور پھر جب وہ ایک ٹیلے کی آڑ سے نکل کر کیبن کے قریب پہنچا تو اچانک چونک پڑا۔ کیبن کے دروازے کے سامنے دو آدمی آپس میں گتھم گتھا ہو رہے تھے۔ عمران نے انتہائی تیزی سے کار روکی اور پھر دروازہ کھول کر وہ دوڑتا ہوا کیبن کی طرف بڑھا۔ اسی لمحے اسے سائیلنسر لگے ریوالور کے فائر کی آواز سنائی دی۔ اور ساتھ ہی ایک دردناک چیخ بھی۔ عمران نے رفتار تیز کر دی اور پھر چند ہی لمحوں بعد وہ کیبن کے قریب پہنچ گیا۔ اب وہاں گتھم گتھا ہونے والے دونوں آدمی علیحدہ علیحدہ پڑے تھے۔ جب کہ ان میں سے ایک بے حس و حرکت ہو چکا تھا مگر دوسرے کا جسم ہولے ہولے حرکت کر رہا تھا۔

عمران تیزی سے آگے بڑھا اور پھر اس نے حرکت کرتے ہوئے جسم کو جو سینے کے بل ریت پر الٹا پڑا ہوا تھا سیدھا کیا تو اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے سر پر بم پھٹ پڑا ہو۔ یہ سر رحمان تھے عمران کے ڈیڈی۔

"ڈیڈی آپ۔۔۔" عمران بری طرح چیخ پڑا۔ اس نے ایک ہی

نظر میں دیکھ لیا تھا کہ سر رحمان کے سینے میں گولی لگی ہے اور وہ موت کے بالکل قریب پہنچ چکے ہیں۔ ان کے سینے سے خون تیزی سے بہہ رہا تھا۔ ان کی حالت انتہائی نازک تھی۔

عمران نے جھپٹ کر انہیں اٹھایا اور پھر تیزی سے کیبن کے اندر گھستا چلا گیا۔ سر رحمان کی آنکھیں اب اوپر کو چڑھنا شروع ہو گئی تھیں۔ عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کی اپنی آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھا رہا ہو۔ مگر سر رحمان کی حالت بتا رہی تھی کہ اگر عمران نے اپنے آپ کو نہ سنبھالا تو وہ ہمیشہ کے لئے ان سے روٹھ جائیں گے۔

"ڈیڈی میں آپ کو مرنے نہ دوں گا" ۔۔۔ عمران نے ایک جھٹکے سے سر اٹھاتے ہوئے کہا اور پھر اس کی تیز نظریں کیبن کا جائزہ لینے لگیں۔ چند ہی لمحوں بعد اس نے اپنے مطلب کی چیز دیکھ لی۔ ایک کونے میں میڈیکل باکس موجود تھا۔ عام طور پر دور دراز کیبنوں میں خاص طور پر ایسے باکس رکھے جاتے ہیں تاکہ ایمرجنسی میں انہیں استعمال کیا جا سکے۔

عمران نے جھپٹ کر باکس اٹھایا اور اسے کھول کر دیکھنے لگا۔ دوسرے لمحے اس نے اطمینان کی ایک سانس لی۔ میڈیکل باکس فوری ضرورت کے لئے کافی تھا۔ عمران تیزی سے مڑا اور پھر ملحقہ غسل خانے میں گھس گیا۔ اس نے وہاں کونے میں پڑی ہوئی ایک بالٹی اٹھائی۔ بالٹی پانی سے آدھی بھری ہوئی تھی۔

عمران نے بالٹی اٹھائی اور بستر کے قریب رکھ دی۔ اور دوسرے لمحے میڈیکل باکس سے اس نے دستانے نکال کر پہنے اور پھر اس نے

ایک تیز نشتر اٹھا کر زخم کو کاٹنا شروع کر دیا۔ عمران کے ہاتھ انتہائی تیزی اور مہارت سے اپنا کام کر رہے تھے۔ اور وہ سر رحمان کے آپریشن میں مصروف تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے جسم کے اندر گھسی ہوئی گولی باہر نکال لی اور پھر اس نے زخم پر ایک سلوشن لگا کر اس پر بڑی مہارت سے بینڈیج کر دی۔ اب خون بہنا بند ہو گیا تھا۔

عمران نے دستانے اتارے اور پھر سر رحمان کی نبض چیک کی۔ نبض انتہائی سست تھی۔ عمران نے میڈیکل باکس سے ایک انجکشن نکال کر سر رحمان کے بازو میں لگایا۔ اور نبض چیک کرنی شروع کر دی۔ فی الحال وہ زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتا تھا۔ اور پھر اس نے ایک اور انجکشن لگایا۔ اور دوسرے لمحے اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار چھا گئے۔ سر رحمان کی حالت آہستہ آہستہ خطرے سے باہر ہوتی جا رہی تھی۔ کچھ تو بروقت طبی امداد اور زیادہ تر سر رحمان کی اپنی قوت مدافعت نے کام کیا تھا۔ اور نبض کی رفتار ابھرتی چلی آ رہی تھی۔ مگر اس کے باوجود عمران سمجھتا تھا کہ ابھی وہ پوری طرح خطرے سے باہر نہیں آئے کسی بھی لمحے ان کی حالت بگڑ سکتی تھی۔ چنانچہ اس نے احتیاط سے انہیں اٹھایا اور پھر لا کر اپنی کار کی پچھلی سیٹ پر لٹا دیا۔ اس نے کیبن سے کمبل اور گدے لا کر انہیں اس طرح سر رحمان کے جسم کے اردگرد جما دیا کہ دھچکا لگنے سے سر رحمان کو زیادہ جھٹکا نہ لگے اور پھر اس نے کار بیک کی اور اسے خاصی تیز رفتاری سے واپس موڑا۔ اب اسے وہ راستہ نظر آ رہا تھا جدھر سے مجرموں کی کار آئی تھی۔ کھلی ہوئی چاندنی میں ٹائروں کے نشان صاف نظر آ رہے تھے۔ عمران ان ٹائروں کے نشان پر کار دوڑاتا چلا گیا۔ اس کے ذہن میں آندھیاں

سی چل رہی تھیں اس نے دو نوجوانوں کی لاشیں کیبن سے باہر پڑی ہوئی دیکھ لی تھیں۔ اور وہ سوچ رہا تھا کہ سر رحمان نے نجانے کس قدر جان لیوا کشمکش کے بعد ان پر قابو پایا ہوگا۔ اور جب کہ اس کے والد اس قدر خوفناک اور جان لیوا کشمکش میں پھنسے تھے وہ ساحل پر میلہ دیکھتا پھر رہا تھا۔ اب یہ بھی قدرت کا اتفاق ہی تھا کہ وہ راستہ بھول کر ادھر آ نکلا ورنہ . . . . . اور وہ اس سے آگے کچھ نہ سوچ پا رہا تھا۔

اسے محسوس ہو رہا تھا کہ شاید یہ قدرت کا کوئی خفیہ نظام تھا جس کے تحت اچانک میلے کے دوران اس پر بیزاری سی چھا گئی۔ اور وہ زبردستی وہاں سے نکل آیا۔ حالانکہ عمران ایسا آدمی تھا جو ایسے میلوں سے بھاگنے کی بجائے خود ہی مشغلوں کا مرکز بن جاتا تھا۔ مگر آج نجانے کیا بات تھی کہ جس اچانک اس کی طبیعت بیزار ہو گئی۔ اور اس طرح قدرت اسے کھینچ کر خود ہی اس کیبن تک لے آئی جہاں سر رحمان موت اور زندگی کی کشمکش میں مبتلا تھے۔

ٹائروں کے نشان پر چلتے چلتے وہ سڑک پر پہنچ گیا۔ اور پھر ایک آدمی سے ہسپتال کا پتہ پوچھ کر وہ انتہائی تیز رفتاری سے ہسپتال کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

فیاض تقریباً رات گئے تک شہر میں پیدل پھرتا رہا۔ پیدل چلتے چلتے اس کی ٹانگیں سوج گئی تھیں مگر عمران نے اس سے نہ ہی گھبراتا تھا اور نہ گھبرایا۔ آخر رات گئے جب وہ تھکن سے اتنا چور ہو گیا کہ اب اس سے ایک قدم بھی پیدل نہ چلا جا رہا تھا۔ وہ تھک ہار کر ایک بار میں گھس گیا۔ تاکہ شراب پی کر تھکن دور کر سکے۔

یہ ایک چھوٹا سا بار تھا جس میں تقریباً تمام میزیں پر تھیں۔ اس لئے فیاض کاؤنٹر کے پاس رکھے ہوئے سٹول پر ہی ٹک گیا۔

"ڈبل وہسکی" ـــ فیاض نے تھکے تھکے لہجے میں کاؤنٹر پر کھڑے آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔ کاؤنٹر مین کچھ دیر اسے غور سے دیکھتا رہا پھر اس نے ایک جام ڈبل بنا کر فیاض کے آگے رکھ دیا۔ فیاض نے ندیدوں کی طرح جام اٹھایا اور پھر بغیر سانس لیے پیتا چلا گیا۔ جام ختم کر کے اس نے اسے میز پر رکھا اور اس بار قدرے تیز آواز میں کہا۔

"ایک اور ڈبل لگا دو" ـــ فیاض کے چہرے پر ہلکی ہلکی سرخی

سی چھا گئی تھی۔

کاؤنٹر مین نے ایک اور جام بھر کر اس کے سامنے رکھ دیا اور اس بار فیاض نے آہستہ آہستہ چسکیاں لینی شروع کر دیں۔

"آپ کہاں کے رہنے والے ہیں"۔ کاؤنٹر مین نے چہرے پر مسکراہٹ لاتے ہوئے فیاض سے پوچھا۔

"پاکیشیا کا رہنے والا ہوں جانی ـــ میں وہاں انٹیلی جنس میں سپرنٹنڈنٹ ہوں"۔ فیاض نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔

"اوہ پھر تو آپ اپنے ملک کے اعلیٰ افسر ہوئے" ـــ کاؤنٹر مین کا لہجہ قدرے طنزیہ تھا۔

"اس میں کیا شک ہے"۔ فیاض نے سینہ پھلاتے ہوئے جواب دیا۔

"یہاں کیسے آنا ہوا" ـــ کاؤنٹر مین نے دلچسپی سے پوچھا اور اس کے ساتھ ہی اس نے بوتل کھول کر فیاض کا باقی ماندہ جام بھی بھر دیا۔

"شکریہ ـــ دراصل میں اس ملک میں ایک اہم مشن پر آیا ہوں۔ انتہائی اہم اور خفیہ مشن" ـــ فیاض نے بڑے بڑے گھونٹ پیتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ کسی سمگلر کے پیچھے آئے ہوں گے آپ" ـــ کاؤنٹر مین نے کہا۔

"ارے نہیں ـــ سمگلر میرے سامنے کیا حیثیت رکھتا ہے۔ کان ادھر لاؤ" شراب فیاض پر اب پوری طرح چڑھ چکی تھی۔

کاؤنٹر مین نے کان اس کے لبوں کے قریب کر دیا۔

"دہشت گرد تنظیم کے خاتمے کے لئے آیا ہوں" ۔۔۔ فیاض نے بڑے رازدارانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ اتنا بڑا مشن۔ پھر کوئی کامیابی ہوئی" ۔۔۔ کاؤنٹر مین کے چہرے پر اب مرعوبیت کے آثار نمایاں تھے۔

"ہاں میں ان کے قریب پہنچ چکا ہوں۔ تمام گروہ میری نظروں میں ہے مگر ان کا سرغنہ نہیں مل رہا۔ سرغنہ مل جائے تو چٹکی بجاتے پوری تنظیم کو مسل کر رکھ دوں" ۔۔۔ فیاض نے کہا۔

"اگر آپ کچھ رقم دلائیں تو سرغنہ کا پتہ میں بتا دیتا ہوں" ۔۔۔ کاؤنٹر مین نے بڑے رازدارانہ انداز میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

"تمہیں اس کا علم ہے" ۔۔۔ فیاض نشے میں ہونے کے باوجود چونک پڑا۔

"ہاں مجھے علم ہے مگر میں اس کی پوری قیمت وصول کرنا چاہتا ہوں" کاؤنٹر مین نے جواب دیا۔

"اوہ مجھے بتاؤ کتنی قیمت چاہتے ہو" ۔۔۔ فیاض کے لئے دل میں ابھرنے والی مسرت دبانا اب مشکل ہو گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ بیٹھے بٹھائے دہشت گرد کے سرغنہ کا پتہ چل رہا تھا اور ظاہر ہے اسے پکڑ لیتا اور ٹائیں ٹائیں فش پوری تنظیم قابو میں آجاتی۔ اسے ترقی مل جاتی اور عمران پر بھی ہمیشہ کے لئے رعب پڑ جاتا۔

"ایک لاکھ پونڈ" ۔۔۔ کاؤنٹر مین نے جواب دیا۔

"ایک لاکھ پونڈ ۔۔۔ کیا کہہ رہے ہو بھئی ۔۔۔ میں یہاں پردیسی ہوں میری جیب میں تو صرف دو سو پونڈ ہیں بھلا ایک لاکھ پونڈ کہاں سے

دے سکتا ہوں" ۔۔۔ فیاض نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"خیر یہ راز بہت قیمتی ہے" ۔۔۔ کاؤنٹر مین نے بڑے سپاٹ سے لہجے میں کہا۔

"ہے تو قیمتی مگر بتاؤ میں کیا کر سکتا ہوں تمہاری مہربانی ہو گی دو سو پونڈ لے لو اور بتا دو" ۔۔۔ فیاض نے اس کی منت کرتے ہوئے کہا۔

"چلو تم بھی کیا یاد کرو گے ۔۔۔ نکالو دو سو پونڈ" ۔۔۔ کاؤنٹر مین نے کہا اور فیاض نے جلدی سے جیب سے بٹوہ نکالا اور اس میں موجود تمام رقم نکال کر اس کے سامنے رکھ دی۔

"پتہ نوٹ کر لو اور سنو کسی کو بتانا نہیں ورنہ میں مارا جاؤں گا" ۔۔۔ کاؤنٹر مین نے نوٹ اٹھا کر تیزی سے جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

"ارے تم بے فکر رہو مجھے معلوم ہے۔ تم پہ آنچ نہیں آنے دوں گا" ۔۔۔ فیاض نے کہا۔

"گیارہ سپر کالونی پتہ ہے اور نام ہے برکلے گرے" ۔۔۔ کاؤنٹر مین نے فیاض کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا واقعی" ۔۔۔ فیاض کو شاید یقین نہ آرہا تھا کہ اتنی آسانی سے سرغنہ کا نام و پتہ مل سکتا ہے۔

"بالکل صحیح کہہ رہا ہوں" ۔۔۔ کاؤنٹر مین نے اسے یقین دلاتے ہوئے کہا۔

"شکریہ ۔۔۔ اور سنو اب میرے پاس مزید پیسے نہیں ہیں وسکی کی قیمت ادا کرنے کے لئے" ۔۔۔ فیاض نے کہا۔

"کوئی بات نہیں یہ میری طرف سے تحفہ سمجھ لیجئے" ۔۔۔ کاؤنٹر مین

نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ ۔۔۔ میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گا" فیاض نے پرجوش لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے اٹھ کر باہر نکل آیا۔ اس کا دل خوشی کے مارے بلیوں اچھل رہا تھا۔ اسی خوشی میں اس نے اپنے پیچھے ابھرنے والا کاؤنٹر مین کا زوردار قہقہہ بھی نہ سنا جو اس نے فیاض کے جاتے ہی لگایا تھا۔ اب غریب فیاض کو کیا علم کہ وہ ایک ایسے ملک میں پہنچا ہوا تھا جہاں ہر شخص پیسے کمانے کے لئے دوسرے کو بے وقوف بنانے پر مستعد رہتا ہے۔ باہر نکل کر اس نے ایک اندھیری جگہ تلاش کی اور پھر وہ واچ ٹرانسمیٹر پر سر رحمان کو کال کرنے میں مصروف ہو گیا تاکہ انہیں اپنا عظیم کارنامہ بتا کر داد وصول کر سکے۔ مگر لگاتار کوششوں کے باوجود دوسری طرف سے رابطہ قائم نہ ہو سکا اور ہوتا بھی کیسے۔ اسے کیا معلوم تھا کہ سر رحمان اس وقت ہسپتال میں موت اور زندگی کی کشمکش میں بے ہوش پڑے ہوئے ہیں۔ اور خنجروں کے ساتھ جدوجہد میں ان کی گھڑی بھی ٹوٹ گئی تھی جس میں ٹرانسمیٹر فٹ تھا۔

جب کافی دیر کی کوششوں کے بعد سر رحمان سے رابطہ قائم نہ ہو سکا تو اس نے جھنجھلا کر گھڑی سے ہاتھ ہٹا لیا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ وہ پہلے صورتحال پر قابو پا لے۔ پھر سر رحمان کو بتائے اس طرح داد کچھ زیادہ ہی وصول ہو سکتی تھی۔ چنانچہ اس نے جیبیں ٹٹولیں اور پھر ایک جیب میں مڑا تڑا رکھا ہوا سو پونڈ کا نوٹ اس کے ہاتھ لگ ہی گیا۔ فیاض نے ہنگامی صورت حال کے لئے یہ نوٹ علیحدہ رکھا ہوا تھا۔ اور وہ اب دل ہی دل میں ہنس رہا تھا کہ اس نے کاؤنٹر مین کو کیسے بے وقوف بنایا کہ

اسے پتہ ہی نہیں چلنے دیا کہ اس کے پاس سو پونڈ اور بھی ہیں اور ایک لاکھ پونڈ کا راز دو سو پونڈ میں حاصل کر لیا۔

تھوڑی دیر بعد اسے ایک خالی ٹیکسی نظر آ گئی اس نے جلدی سے ہاتھ دے کر اسے روکا اور پھر پچھلی نشست پر بیٹھ کر بڑے تحکمانہ لہجے میں ڈرائیور سے کہا "سپر کالونی لے چلو"

"بہتر جناب" ۔۔۔ ڈرائیور نے بڑے مؤدبانہ انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور گاڑی آگے بڑھا دی۔

تقریباً پندرہ منٹ تک مختلف سڑکوں پر سے گزرنے کے بعد ٹیکسی ایک رہائشی کالونی میں داخل ہو گئی۔

"کہاں اترنا ہے آپ نے" ۔۔۔ ڈرائیور نے مڑ کر فیاض سے پوچھا۔

"سپر کالونی کے چوک پر اتار دینا" ۔۔۔ فیاض نے جواب دیا۔ اور ڈرائیور نے تھوڑی دور آگے ٹیکسی بڑھا کر ایک چوک پر روک دی۔ فیاض نیچے اترا۔ اور نوٹ ڈرائیور کی طرف بڑھا دیا۔ ڈرائیور نے میٹر دیکھ کر کرایہ کاٹا اور پھر باقی رقم فیاض کے حوالے کر دی۔ فیاض نے رقم جیب میں رکھی اور آہستہ آہستہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ اب وہ وہاں کی کوٹھیوں کے نمبر دیکھ رہا تھا۔ اور پھر تھوڑی دور چل کر اسے گیارہ نمبر کوٹھی نظر آ گئی یہ ایک عالی شان عمارت تھی۔ جس کی دیواریں خاصی اونچی تھیں۔ کوٹھی کا گیٹ بند تھا اور اندر تاریکی چھائی ہوئی تھی۔

سرد ہوا لگنے اور پیٹ بھر کر وسکی پینے کی وجہ سے فیاض کا نشہ اب پورے عروج پر تھا۔ اس کا ذہن بار بار بھٹک جاتا۔ مگر وہ اسے بار بار

سر جھٹک کر سنبھال لیتا۔

کوٹھی نمبر گیارہ نظر آتے ہی فیاض تیزی سے گیٹ کی طرف بڑھا۔ اور پھر جانے اس کے دماغ میں کیا آئی کہ اس نے گیٹ پر لگے ہوئے کال بیل کا بٹن دبا دیا۔

چند لمحوں بعد پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھلی اور ایک قوی ہیکل نوجوان باہر نکل آیا وہ بڑی حیرت سے فیاض کو دیکھ رہا تھا۔

"فرمائیے" ـــ نوجوان نے فیاض کو سر سے پیر تک غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"برکلے گرے یہیں رہتے ہیں" ـ فیاض نے ذہن پر زور ڈال کر نام یاد کرتے ہوئے پوچھا۔

"برکلے گرے ـ وہ کون ہے۔ یہاں تو مسز کیڈی رہتی ہیں" ـ نوجوان نے حیران ہو کر جواب دیا۔

"مسز کیڈی ـ مگر مجھے تو بتایا گیا تھا کہ یہاں برکلے گرے رہتے ہیں۔ دہشت گرد تنظیم کے سرغنہ" ـ فیاض نے اسی بار لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

شراب نے آخر کار اس کے ذہن پر مکمل قبضہ کر ہی لیا تھا۔ اس لئے وہ بغیر سوچے سمجھے بولے چلا جا رہا تھا۔

"دہشت گرد تنظیم کا سرغنہ ـ مسٹر آپ کو نشہ چڑھنے کے بعد یہی کوٹھی نظر آئی تھی۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے اور کسی گٹر میں جا گرو ـ خواہ مخواہ رات کو آ کر پریشان کیا" ـ نوجوان نے اسے جھڑکتے ہوئے کہا اور پھر واپس پھاٹک کے اندر جا کر کھڑکی بند کر دی۔

"کہاں ہے وہ سو پونڈ ہڑپ کر کے پتہ حاصل کیا مگر یہاں وہ رہتا ہی نہیں کمال ہے" ـ فیاض نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر لڑکھڑاتا ہوا واپس مڑنے لگا۔

ابھی وہ چند قدم ہی دور گیا ہو گا کہ اچانک ایک ٹیکسی اس کے قریب آ کر رکی۔

"فیاض" ـ ٹیکسی میں سے کسی نے اسے آواز دی اور فیاض نشے میں ہونے کے باوجود بھی اچھل پڑا۔ کیونکہ وہ آواز پہچان گیا تھا۔

"عمران تم" ـ فیاض نے تیزی سے ٹیکسی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اور پھر دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔

"کہاں گھومتے پھر رہے ہو" ـ عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"گھومتا پھر رہا ہوں۔ سارے شہر میں تمہیں تلاش کیا جب تم نہ ملے تو میں ایک بار میں جا گھسا۔ جہاں کاؤنٹر مین نے دو سو پونڈ لے کر مجھے دہشت گرد کے سرغنہ کا نام و پتہ بتایا۔ گیارہ سپر کالونی نام برکلے گرے اور میں یہاں آ گیا۔ یہاں آ کر پتہ چلا کہ گیارہ سپر کالونی میں تو کوئی مسز کیڈی رہتی ہے۔ ہوں" ـ فیاض نے لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مسز کیڈی" ـ عمران بری طرح چونک پڑا۔ اور پھر وہ چیخ پڑا "ڈرائیور ٹیکسی روکو"۔

اور ٹیکسی ڈرائیور نے پھرتی سے ٹیکسی ایک طرف کر کے بریک مار دی۔

بلیک زیرو نے دہشت گرد کی فائل حاصل کرنے کے بعد سب سے پہلا کام یہی کیا کہ اپنے ہوٹل آ کر اس فائل کا مطالعہ کیا۔ فائل میں یوں تو دہشت گرد کے متعلق کافی مواد موجود تھا مگر یہ تمام فائل دہشت گرد کی طرف سے کی جانے والی کارروائیوں کی رپورٹوں پر مشتمل تھا۔ اس فائل کو پڑھنے کے بعد بلیک زیرو کو احساس ہوا کہ دہشت گرد کتنی خوفناک اور جدید اسلحہ سے لیس تنظیم ہے۔ فائل سے پتہ چلتا تھا کہ دہشت گرد نے صرف دو ماہ کی مدت میں ویسٹ لارڈ جیسے طاقتور ملک کو تقریباً تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ انہوں نے بے پناہ تباہی پھیلائی تھی۔ ان میں سے کچھ لوگ پکڑے بھی گئے تھے مگر انہوں نے کچھ بتانے سے پہلے خودکشی کر لی تھی۔ اس لئے انٹیلی جنس جس نے یہ فائل مرتب کی تھی دہشت گرد کے متعلق ابھی تک اندھیرے میں تھی۔

بہرحال پوری فائل پڑھنے کے باوجود بلیک زیرو کو کوئی ایسا کلیو نہ مل سکا جس سے وہ اس تنظیم پر ہاتھ ڈال سکتا۔ چنانچہ اس نے فائل ایک

طرف رکھی اور سوچنے لگا کہ اس کا آئندہ اقدام کیا ہونا چاہئے۔ عمران سے وہ وعدہ کر کے آیا تھا کہ وہ جاتے ہی دہشت گرد کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا۔ مگر یہاں آنے کے بعد اُسے کوئی ایسا کلیو ہی نہ مل رہا تھا جس سے وہ دہشت گرد تک پہنچ سکتا۔ اس نے جولیا کی مدد سے عمران کی لائی ہوئی ایجنٹ مس سوزی سے دہشت گرد کے چیف سے جو رابطہ قائم کیا تھا۔ اس کی چیکنگ کے بعد اس کو یہی معلوم ہوا تھا کہ یہ کال کیڈی آرٹ گیلری سے کی گئی تھی۔ اس طرح اس نے صفدر کے ذریعے کیڈی آرٹ گیلری کی مالکہ مسز کیڈی سے ہیڈ کوارٹر کی معلومات حاصل کیں مگر مسز کیڈی نے صفدر کو ڈاج دے دیا اور غلط پتہ بتا دیا۔ اب ظاہر ہے مسز کیڈی دھوکہ دینے کے بعد وہاں تو نہیں مل سکتی۔ وہ ضرور غائب ہو گئی ہو گی۔

پھر اس نے سوچا کہ آرٹ گیلری تو دکان ہے ظاہر ہے مسز کیڈی کسی اور جگہ رہتی ہو گی اور جہاں وہ رہتی ہو گی وہاں سے شفٹ نہیں ہوئی ہو گی کیونکہ اس کے خیال کے مطابق اس کا پتہ صفدر کو معلوم نہیں ہو گا۔ چنانچہ فوراً ہی اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ مسز کیڈی کی رہائش گاہ معلوم کرے اور پھر اُسے وہاں سے اغوا کر کے خود ہی اس سے ہیڈ کوارٹر کا اصل پتہ معلوم کرے۔ ہو سکتا ہے اس طرح وہ مجرموں تک پہنچ جائے۔ اُسے معلوم ہو چکا تھا کہ عمران انہیں بھیجنے کے بعد خود بھی یہاں پہنچ گیا ہے۔ مگر مرجان گیبل اور صفدر کے درمیان ہونے والی گفتگو واچ ٹرانسمیٹر پر سننے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ عمران کو ابھی کسی کلیو کا علم نہیں ہے۔ اس لئے وہ چاہتا تھا کہ عمران سے پہلے مجرموں پر ہاتھ ڈال دے۔

وہ تیزی سے اٹھا اور فائل اٹھا کر اس نے کچھ دیر سوچا پھر فائل ایک لفافے میں بند کر کے اس نے اس پر مسٹر جان گیبل کا پتہ لکھا اور تیزی سے چلتا ہوا ہوٹل سے باہر آگیا۔ اُسے معلوم تھا کہ ترقی یافتہ ملک میں ایسے ادارے موجود ہیں جو مختلف چیزیں اپنے آدمیوں کے ذریعے معمولی سا خرچہ لے کر دوسروں کو پہنچانے کا کام کرتے ہیں۔ ایسے اداروں کو یہاں بارو شاپس کہتے ہیں۔ اسی لئے اس نے ہوٹل ویٹر سے قریبی بارو شاپ کا پتہ پوچھ لیا تھا۔ بارو شاپ ہوٹل سے تھوڑی ہی دور موجود تھی۔ اس نے فائل کاؤنٹر پر دی اور کچھ رقم دے کر کہا کہ یہ پارسل اس پتے پر ابھی پہنچا دیا جائے۔

اس کے بعد اس نے ایک ٹیکسی پکڑی اور سیدھا ہیڈ پوسٹ آفس پہنچ گیا۔ ہیڈ پوسٹ آفس چوبیس گھنٹے کھلا رہتا تھا۔ کیونکہ یہاں دن اور رات میں دو تین بار ڈاک تقسیم کی جاتی تھی۔ ہیڈ پوسٹ آفس پہنچ کر وہ انکوائری کلرک سے ملا۔

"مسٹر میں باہر سے آیا ہوں۔ میں نے پامالا بازار میں موجود کیپڈی آرٹ گیلری کی مسز کیپڈی سے ایک ایجنسی کام کے لئے ملنا ہے۔ مگر میری کار راستے میں خراب ہو گئی تھی اس لئے میں دن کے وقت نہ پہنچ سکا۔ اب گیلری بند ہو چکی ہے اور مجھے ان کی رہائش گاہ کا علم نہیں کیا آپ ان کی رہائش گاہ کا پتہ بتا سکتے ہیں"۔۔۔ بلیک زیرو نے کلرک کو تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"آپ ایڈریس سیکشن میں چلے جائیں وہاں سے آپ کو پتہ مل جائے گا۔ روم نمبر بارہ"۔۔۔ انکوائری کلرک نے مہذب لہجے میں جواب دیا اور بلیک زیرو اس کا شکریہ ادا کر کے آگے بڑھ گیا۔ جلد ہی وہ روم نمبر بارہ میں موجود آدمی سے وہی کہانی دہرا رہا تھا۔

"ابھی بتا دیتا ہوں جناب۔۔۔ آپ صحیح جگہ پہنچے ہیں"۔۔۔ کلرک نے کہا اور اس نے ایک ضخیم فائل کھولی اور اس کے ورق الٹنے لگا۔ تھوڑی دیر تک مختلف فائلیں دیکھنے کے بعد اس نے ایک جگہ انگلی رکھ دی۔

"لیجئے پتہ نکل آیا۔ گیارہ سیر کالونی"۔۔۔ کلرک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہت بہت شکریہ"۔۔۔ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر خاموشی سے ایک چھوٹا سا نوٹ کلرک کی طرف بڑھا کر وہ مڑا اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل آیا۔ وہ مسز کیپڈی کا پتہ معلوم کر چکا تھا۔

پوسٹ آفس سے باہر نکل کر اس نے ٹیکسی پکڑی اور پھر اُسے سیر کالونی چلنے کا کہہ کر وہ اطمینان سے پچھلی نشست پر بیٹھ گیا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ ابھی ٹیکسی تھوڑی ہی دور گئی ہو گی کہ اُسے دور سے سڑک پر جاتی ہوئی کاروں کی قطاریں ایک طرف رکی نظر آئیں ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے کہ ٹیکسی ڈرائیور نے بھی اپنی گاڑی قطار میں سب سے پیچھے روک دی۔

"کیا ہوا"۔۔۔ بلیک زیرو نے پوچھا۔

"ٹریفک چیکنگ ہو رہی ہے جناب"۔۔۔ ٹیکسی ڈرائیور نے جواب دیا۔

"مگر دوسری طرف سے آنے والی گاڑیاں تو بغیر چیکنگ کے آ رہی

میں ۔۔۔۔ بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جناب یہاں ایسا ہی ہوتا ہے۔ مکمل طور پر ٹریفک نہیں روکی جا سکتی اس لئے ایک سائیڈ روک کر چیک کی جاتی ہے" ۔۔۔۔ ڈرائیور نے جواب دیا اور بلیک زیرو نے سر ہلا دیا۔ ظاہر ہے اب انتظار کے بغیر چارہ نہ تھا۔ گاڑیوں کی طویل قطار بتا رہی تھی کہ کم از کم ایک گھنٹہ بعد ہی نمبر آئے گا۔ مگر وہ جانتا تھا کہ یہاں چیکنگ سٹاف انتہائی بااختیار ہوتا ہے۔ اور چیکنگ کے مراحل سے گزرے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ اس لئے اس نے سیٹ کی پشت سے سر ٹکایا اور آنکھیں بند کر کے یہ سوچنے میں مصروف ہو گیا کہ وہ مسز کیڈی سے کس طرح اصل راز اگلوائے گا۔

"سلطان سپیکنگ" ۔۔۔۔ دوسری طرف سے ایک بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں جناب ویسٹ ہارٹ سے" ۔۔۔۔ ۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"وہ عمران بیٹے کیا ہو رہا ہے" ۔۔۔۔ سر سلطان کی آواز میں تازگی آ گیا۔

"کام ہو رہا ہے۔ میں اس وقت ویسٹ ہارٹ کے جنرل ہسپتال سے بول رہا ہوں۔ ڈیڈی یہاں دشمنوں سے لڑتے ہوئے شدید زخمی ہو گئے ہیں۔ بڑی مشکل سے ان کی جان بچی ہے۔ انہیں طویل آرام کی ضرورت ہے۔ آپ ایسا کریں کہ سفارت خانے سے کہہ کر انہیں خصوصی پرواز کے ذریعے واپس پاکیشیا بلوا لیں۔ جس قدر جلد یہ کام ہو سکے بہتر ہے تاکہ وہ پھر دشمنوں سے نہ ٹکرا جائیں۔ ابھی ڈاکٹروں نے انہیں طویل بے ہوشی کا انجکشن لگا دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسی بے ہوشی کے دوران ہی وہ پاکیشیا پہنچ جائیں۔"

عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ ___ مگر اس عمر میں انہیں براہ راست دشمنوں سے ٹکرانے کا کیا شوق چرایا تھا" ___ سر سلطان نے پریشان لہجے میں کہا۔

"وہ ابھی اپنے آپ کو مجھ سے بھی کم عمر سمجھتے ہیں۔ بہرحال آپ فوراً ان کی واپسی کا انتظام کریں" ___ عمران نے جواب دیا۔

"اچھا اچھا تم بے فکر رہو۔ میں ابھی انتظام کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے ایک گھنٹے بعد وہ خصوصی پرواز کے ذریعے پاکیشیا روانہ ہو رہے ہوں گے" ___ سر سلطان نے جواب دیا۔

"اور سنیں جب تک وہ مکمل طور پر صحت مند نہ ہو جائیں۔ آپ گھر میں اطلاع نہ دیں ورنہ اماں بی اور ثریا بے حد پریشان ہو جائیں گی" ___ عمران نے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں عمران ___ تم بے فکر رہو" ___ سر سلطان نے جواب دیا۔

"ایک بات اور بھی یاد رکھیں کہ انہیں کسی قیمت پر یہ معلوم نہ ہو کہ میں نے انہیں واپس بھجوایا ہے۔ بس سیکرٹ سروس کا کہہ دیں کہ اس کے کسی ممبر نے انہیں دیکھ لیا تھا اور اس کی اطلاع پر یہ کارروائی ہوئی ہے" ___ عمران نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے" ___ سر سلطان نے جواب دیا۔

"او کے ___ ویسے ہاں وہ یہاں جنرل ہسپتال کے سرجیکل وارڈ کے کمرہ نمبر ایک سو دس میں ہیں نوٹ کر لیں" ___ عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں سمجھ گیا" ___ سر سلطان نے کہا۔

"خدا حافظ" ___ عمران نے کہا اور پھر کریڈل دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔ وہ اس وقت جنرل ہسپتال کے ٹیلی فون روم میں موجود تھا۔ سر رحمان کو یہاں لائے ہوئے اسے دو گھنٹے گزر چکے تھے۔ ڈاکٹروں نے اب اسے یہ اطلاع دی تھی کہ سر رحمان کی حالت خطرے سے باہر ہو چکی ہے۔ چنانچہ اس نے یہاں سے فارن کال کر کے سر سلطان کو یہ ہدایات دی تھیں۔

وہاں سے رابطہ ختم کر کے عمران لوکل ٹیلی فون سیٹ کی طرف بڑھا اور پھر اس نے انکوائری کا نمبر ملا کر سر جان گیبل کی رہائش گاہ کا نمبر پوچھ کر ڈائل کرنا شروع کر دیا۔ وہ ان سے فائل کے متعلق پوچھنا چاہتا تھا۔

"ہیلو جان گیبل سپیکنگ" ___ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے سر جان گیبل کی آواز سنائی دی۔

"پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں" ___ عمران نے کہا۔

"اوہ پرنس تم کہاں چلے گئے۔ یہاں تو تمہاری عدم موجودگی میں غضب ہو گیا" ___ سر جان گیبل کی تیز آواز سنائی دی۔

"کیا ہو گیا" ___ عمران نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا اور اس کے جواب میں سر جان گیبل نے صفدر اور کیپٹن شکیل کی آمد سے لے کر روانگی تک کی تمام کہانی تفصیل سے سنا دی۔

"ابھی ابھی میری بیٹی واپس آئی ہے تو اس نے چوکیدار کو بھی کھولا ہے اور میرے کمرے کا دروازہ بھی۔ اور ہاں ابھی چند لمحے پہلے ایک باوردی شاپ کا آدمی وہ فائل واپس کر گیا ہے" ___ سر جان گیبل نے جواب دیا۔

"ان لوگوں نے آپس میں بولتے ہوئے کوئی نام لیا تھا" ___ عمران نے دانتوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے پوچھا۔ اسے سمجھ نہ آ رہی تھی کہ کون

سرجان گیبل پر چڑھ دوڑے ہیں اور قاتل لے بھی گئے اور پھر واپس بھی

دے ہاں ان میں سے ایک نے دوسرے کو صفدر، اور دوسرے نے پہلے کو شکیل کے نام سے کئی بار پکارا تھا"۔ —— سرجان گیبل نے جواب دیا۔

"صفدر اور شکیل —— کیا آپ کو پوری طرح یاد ہے"۔ عمران نے بُری طرح چونکتے ہوئے کہا۔

ہاں بالکل مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ اور ہاں وہ مسز کیڈی کا ذکر بھی کر رہے تھے۔ کہ میں اُسے جانتا ہوں یا نہیں"۔ —— سرجان گیبل نے کہا۔

"کون مسز کیڈی"۔ —— عمران نے چونک کر پوچھا اور سرجان گیبل نے مسز کیڈی کے متعلق تفصیل سے بتا دیا۔

"کیا مسز کیڈی کی رہائش گاہ کا آپ کو علم ہے"۔ —— عمران نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے پوری طرح تو علم نہیں ہے۔ البتہ ایک بار میری بیٹی بتا رہی تھی کہ اس نے مسز کیڈی کو سپر کالونی کی کسی کوٹھی سے نکلتے دیکھا تھا وہ شاید وہیں رہتی ہو گی"۔ —— سرجان گیبل نے جواب دیا۔

"سپر کالونی"۔ —— عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"ہاں سپر کالونی یہ شہر سے تھوڑی دور ایک جدید رہائشی کالونی ہے"۔ سرجان گیبل نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ میں ایک ضروری کام میں پھنسا ہوا ہوں۔ صبح ملاقات ہو گی۔ بائی بائی"۔ —— عمران نے تیز لہجے میں کہا اور پھر ایک جھٹکے سے

یسیور رکھ دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ایجنٹوں نے یقیناً مسز کیڈی سے ٹِپ ملنے ی بنا پر ہی اس کوٹھی پر چھاپہ مارا ہو گا۔ اور ان کی گفتگو سے اندازہ ہوتا ہے دہ اصل مسز کیڈی نے انہیں دہشت گرد کے ہیڈ کوارٹر کے طور پر پتہ بتایا ہو گا۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ مسز کیڈی دہشت گرد کے ہیڈ کوارٹر کے بارے میں کیا جانتی ہے۔ اس کا فیصلہ مسز کیڈی سے مل کر ہی ہو سکتا تھا چنانچہ س نے فوری طور پر سپر کالونی پہنچنے کا فیصلہ کیا۔ سر رحمان کے زخمی ہونے کے ے۔ اس نے اپنی کارروائی تیز کر دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ چنانچہ وہ تیزی سے چلتا ہوا ہسپتال سے باہر آیا اور پھر جلد ہی ایک خالی ٹیکسی اُسے لے کر سپر کالونی کی طرف دوڑی چلی جا رہی تھی۔

سپر کالونی میں داخل ہونے کے بعد ڈرائیور نے اس سے منزلِ مقصود ے متعلق پوچھا۔ مگر عمران خود منزل نہ جانتا تھا وہ ٹیکسی ڈرائیور کو کیا بتاتا۔

"اس کالونی کے کسی ریسٹورنٹ میں لے چلو"۔ —— عمران نے کہا اس ے سوچا تھا کہ شاید ریسٹورنٹ سے مسز کیڈی کی کوٹھی کا نمبر معلوم ہو جائے پھر ابھی ٹیکسی تھوڑی ہی دور آگے بڑھی تھی کہ اُسے دور سے فیاض نظر یا جو لڑکھڑاتا ہوا سڑک کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا۔

"ڈرائیور اس آدمی کے پاس جا کر ٹیکسی روک لو"۔ —— عمران نے ڈرائیور ے مخاطب ہو کر فیاض کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اور قریب جانے پر اس نے فیاض کو آواز دے کر ٹیکسی میں سوار کر لیا پہلی نظر میں ہی پہچان گیا تھا کہ فیاض بُری طرح پٹے ہوئے ہے۔ مگر جب یاض نے بڑبڑاتے ہوئے مسز کیڈی کا نام لیا تو وہ چونک پڑا۔

"روکو ڈرائیور گاڑی روکو"۔ —— عمران نے چیخ کر کہا اور ڈرائیور

نے بوکھلا کر گاڑی فٹ پاتھ کے قریب لگا کر روک دی۔

عمران کار رکتے ہی دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ اور میٹر دیکھ کر کرایہ ادا کرنے لگا۔

"ارے کیا ہوا یار چلو ہوٹل چلتے ہیں میں بہت تھک چکا ہوں" ۔۔۔ فیاض نے اندر بیٹھے بیٹھے کہا۔

"کس ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہو" ۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

"ہوٹل آمگنز کمرہ نمبر ایک سو بارہ" ۔۔۔ فیاض نے جواب دیا۔

"ڈرائیور ۔۔۔ انہیں ہوٹل پہنچا دو" ۔۔۔ عمران نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

"مگر تم" ۔۔۔ فیاض نے چونک کر کہا۔

"اس وقت تم نشے میں ہو۔ صبح آؤں گا" ۔۔۔ عمران نے کہا اور فیاض نے بھی سر ہلا دیا۔ شاید وہ بھی اس وقت سونے کے موڈ میں ہی تھا۔ اور گاڑی ڈرائیور نے آگے بڑھا دی۔

عمران گاڑی کے آگے بڑھتے ہی تیزی سے واپس مڑا اور پھر جلد ہی اُسے گیارہ نمبر کوٹھی نظر آ گئی۔ اس نے آگے بڑھ کر کال بیل کا بٹن دبا دیا۔ چند لمحوں بعد ہی پھاٹک کی چھوٹی کھڑکی کھلی اور ایک قوی ہیکل نوجوان باہر نکل آیا۔

"مسٹر کیڈی سے کہیں کہ پرنس آف ڈھمپ ملاقات کے لئے آئے ہیں" ۔۔۔ عمران نے لہجے کو باوقار بناتے ہوئے کہا۔

"پرنس آف ڈھمپ" ۔۔۔ نوجوان نے حیرت بھرے لہجے میں عمران کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں پرنس آف ڈھمپ ۔۔۔ جلدی جا کر ان سے کہو۔ مجھے جلدی ہے" ۔۔۔ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"مگر مسٹر کیڈی تو یہاں موجود نہیں ہیں۔ وہ کل کی ملک سے باہر جا چکی ہیں۔ شاید ایک ہفتے بعد آئیں" ۔۔۔ نوجوان نے جواب دیا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میرے ساتھ ان کی ملاقات طے ہے" ۔۔۔ عمران نے زور دے کر کہا۔

"کوڈ بتایئے" ۔۔۔ نوجوان نے گھورتے ہوئے کہا۔

"کوڈ ۔۔۔ کیسا کوڈ ۔۔۔ بھائی میں نے تو ان کے ہاتھ ایک قیمتی تصویر فروخت کرنی ہے اور بس" ۔۔۔ عمران نے چہرے پر شدید حیرت کے آثار ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"تو پھر آپ صبح تشریف لے آئیں اس وقت ملاقات ناممکن ہے۔" نوجوان نے بڑے سپاٹ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"وہ ۔۔۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ صبح تک تو حالات ہی بدل جائیں گے۔ ہو سکتا ہے وہ تصویر ہی میرے پاس نہ رہے پلیز میری ملاقات کرا دیجئے" عمران نے بڑے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

نوجوان اُسے چند لمحوں تک بغور دیکھتا رہا۔

"اچھا چلئے آپ بھی کیا یاد کریں گے۔ آپ ایسا کریں تیس بال روڈ چلے جائیں مسٹر کیڈی وہاں ہیں" ۔۔۔ نوجوان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

مگر عمران نے نوجوان کی آنکھوں میں سے جھلکنے والے تمسخر کو چیک کر لیا۔ وہ سمجھ گیا کہ نوجوان نے اُسے ٹالنے کے لئے ایک غلط پتہ بتا دیا ہے۔

"تیئیس ۲۲ ہال روڈ" ــــــ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"ہاں ــــ ان سے ملاقات وہاں ہو سکتی ہے" ــــــ نوجوان نے جواب دیا اور پھر واپس پھاٹک کی طرف مڑ گیا۔

"سنو مسٹر ــــ وہاں کوئی کوڈ وغیرہ کا چکر تو نہیں ہوگا" ــــــ عمران نے اسے آواز دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں کوڈ کے بغیر تو آپ کی ملاقات نہیں ہو سکتی۔ وہاں جا کر آپ کوڈ "ایگل" کہیے آپ کی ملاقات ہو جائے گی" ــــــ نوجوان نے مڑ کر جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بب ــــ بہت شکریہ بھائی۔ تمہاری بڑی مہربانی اور سنو" ــــــ عمران نے دو قدم آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"اب کیا ہے" ــــــ نوجوان نے جھلا کر پوچھا۔

"پپ پانی ــــ پانی مل جائے گا۔ مجھے بے حد پیاس لگی ہے" ــــــ عمران نے پھاٹک کے قریب پہنچتے ہوئے بڑے انکسارانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ پانی ــــ ٹھیک ہے آپ یہاں ٹھہریں میں پانی لے آتا ہوں" ــــــ نوجوان نے اس بار قدرے نرم لہجے میں کہا اور پھاٹک کے اندر غائب ہو گیا۔ اس کے اندر جاتے ہی عمران بھی تیزی سے اس چھوٹی کھڑکی میں گھستا چلا گیا۔

یہ ایک کافی بڑی کوٹھی تھی۔ کوٹھی کے اندر ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ صرف گیٹ کے قریب ایک کیبن بنا ہوا تھا۔ اور نوجوان اس کیبن میں گھستا ہوا تھا۔ عمران بھی اس کے پیچھے ہی اندر داخل ہوا۔ نوجوان ایک کولر میں سے گلاس میں پانی انڈیل رہا تھا۔ عمران نے جیسے ہی قدم اندر رکھا نوجوان آہٹ سن کر تیزی سے سیدھا ہوا۔ گلاس ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا۔

"تم اندر کیوں آئے ہو" ــ نوجوان نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"دیکھو مسٹر ــــ مجھے سیدھی طرح بتا دو کہ مسٹر کینیڈی کہاں ہے۔ ورنہ میں پتھروں کو بھی بولنے پر مجبور کر دیتا ہوں" ــ عمران نے ہاتھ میں پکڑا ہوا ریوالور سامنے کرتے ہوئے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی تھی۔

"بب ــ بتا تو دیا ہے" ــــــ نوجوان نے بوکھلاتے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ شاید یہ عمران کے لہجے کا اثر تھا یا اس کے چہرے پر چھائی ہوئی سنجیدگی کا۔

اور دوسرے لمحے عمران نے ٹریگر دبا دیا اور نوجوان ایک جھٹکا کھا کر پہلو کے بل جھک گیا۔ اس کا دایاں کان آدھا اڑ گیا تھا۔ سائیلنسر لگے ریوالور سے صرف شعلہ بلند ہوا تھا۔

"بتاؤ ــ ورنہ اس بار گولی کھوپڑی میں اتر جائے گی" ــــــ عمران نے پہلے سے زیادہ خوفناک لہجے میں کہا۔

"مسٹر کینیڈی ہیڈ کوارٹر میں ہے۔ چیف باس نے اسے وہاں بلا لیا ہے" ــــــ نوجوان نے کان پر ہاتھ رکھتے ہوئے انتہائی تکلیف دہ لہجے میں کہا۔

"اور ہیڈ کوارٹر کہاں ہے جلدی بتاؤ میرے پاس وقت نہیں ہے" ــ عمران نے کہا۔

"مم ــــ مجھے معلوم نہیں ورنہ ......" ــــــ نوجوان نے کچھ کہنا چاہا۔ مگر اسی لمحے اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ عمران کے سائیلنسر

تھی ریوالور سے ایک اور شعلہ نکلا اور نوجوان کا بایاں کان جڑ سے غائب ہو گیا۔

"بتاؤ جلدی......" — عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

"گرین پنک پو لال کوٹھی" — نوجوان نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کوڈ بتاؤ" — عمران نے پہلے سے زیادہ سخت لہجے میں کہا۔

"کوڈ" — "میڈان شیفلیڈ" ہے" — نوجوان نے جواب دیا۔

عمران نے اس کی آنکھوں میں سچائی کی جھلکیاں دیکھیں تو اس نے ایک بار پھر ٹریگر دبا دیا اور اس بار گولی ٹھیک نوجوان کی پیشانی پر پڑی اور وہ بغیر کوئی آواز نکالے وہیں ڈھیر ہو گیا۔

عمران اس کے مرتے ہی تیزی سے مڑا اور پھر بھاگتا ہوا پھاٹک سے باہر نکل آیا۔ اس نے نوجوان کا خاتمہ اس لئے کر دیا تھا تاکہ وہ اس کے متعلق کسی کو اطلاع نہ دے سکے۔

پھر تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے وہ چوک کے نزدیک ہوتا چلا گیا۔ تاکہ وہاں سے ٹیکسی پکڑ کر وہ ہیڈ کوارٹر پہنچ سکے۔

تیز سیٹی کی آواز سنتے ہی نقاب پوش نے چونک کر سر اٹھایا۔ اور پھر ہاتھ بڑھا کر اس نے سامنے رکھے ہوئے بڑے سے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

"نمبر ٹو کالنگ اوور" — بٹن دبتے ہی ٹرانسمیٹر سے ایک کرخت سی آواز ابھری۔

"یس — ڈی جی سپیکنگ اوور" — نقاب پوش نے بڑے باوقار لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"باس — حالات ہمارے خلاف ہو گئے ہیں۔ جزیرہ بین ہنٹن میں ہمارے آدمی بری طرح ناکام ہو گئے ہیں۔ پورا سیکشن مارا گیا ہے اوور" — نمبر ٹو کی آواز سنائی دی۔

"اوہ — ایسا کیسے ہو سکتا ہے اوور" — نقاب پوش کے لہجے میں بے پناہ کرختگی ابھر آئی۔

"ایسا ہو گیا ہے جناب — شاید مخبری ہو گئی۔ سیکشن بی کے

پچیس افراد کو عین موقع پر یہاں کی سیکرٹ سروس نے گھیر لیا۔ اور پھر بے پناہ لڑائی کے بعد پورا سیکشن ختم ہو گیا اوور" ـــ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"وہ فارمولا ابھی تک میں حتمی ہی ہے اوور" ـــ نقاب پوش نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ہاں معلوم یہی ہوا ہے اوور" ـــ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"اس پارٹی لیڈر کا کیا ہوا۔ کیا وہ اقتدار حاصل کرنے کے لئے تیار ہے اوور" ـــ نقاب پوش نے کچھ دیر رک کر کہا۔

"نہیں جناب ـــ اس نے ملک کی حالت دیکھ کر قطعاً انکار کر دیا ہے اوور" ـــ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"اوہ ـــ اس کا مطلب ہے ہماری تمام پلاننگ فیل ہو گئی اوور" نقاب پوش نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"بظاہر تو ایسا ہی معلوم ہو رہا ہے جناب۔ دراصل ہماری پلاننگ کچھ ضرورت سے زیادہ گہری ہو گئی۔ ہم نے وہ فارمولا حاصل کرنے کے لئے پورا ملک تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ اس بنا پر پارٹی لیڈر بھاگ گئے۔ اگر اس قدر تباہی نہ ہوتی تو شاید حالات ایسے نہ ہوتے اوور" ـــ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"ہاں میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ دراصل ہماری پلاننگ یہ تھی کہ ملک کا اقتدار بدل کر ہم نئے وزیر اعظم سے وہ فارمولا حاصل کرتے۔ اس طرح فارمولا کی چوری بالکل راز میں رہ جاتی۔ اور ہمیں اس فارمولے کا معاوضہ بہت زیادہ مل جاتا۔ ورنہ دوسری صورت میں تمام دنیا کو اس فارمولے کے متعلق معلوم ہو جاتا۔ اور بے شمار تنظیمیں اس کے حصول کے لئے میدان میں کود پڑتیں۔ مگر اقتدار بدلنے کے چکر میں ملک تباہ ہو گیا اوور" ـــ چیف باس نے کہا۔

"بس جناب نا قدرا سخت ہو گیا۔ بہر حال اب کیا حکم ہے اوور" ـــ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے ہمیں اپنی پلاننگ بدل دینی چاہیے۔ اور اب ہمیں صرف فارمولے کے حصول پر تمام توجہ مرکوز کر دینی چاہیئے اوور" ـــ چیف باس نے جواب دیا۔

"آپ کا خیال بالکل ٹھیک ہے۔ ویسے بھی اب حالات ہمارے خلاف ہوتے جا رہے ہیں۔ یہاں کی سیکرٹ سروس۔ انٹیلی جنس اور پولیس بھی اب بہت زیادہ سرگرم عمل ہو گئی ہے۔ اس لئے کسی بھی لمحے کچھ ہو سکتا ہے اوور" ـــ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"تو ٹھیک ہے تم تمام سیکشنوں کے انچارج کو میری طرف سے ہدایات دے دو کہ آج رات دس بجے ہیڈ کوارٹر پہنچ جائیں۔ ہم نئی پالیسی ڈسکس کر کے کل سے اس پر عمل شروع کر دیں گے اوور" ـــ چیف باس نے جواب دیا۔

"بہتر جناب ـــ میں ابھی تمام سیکشنز کو اطلاع دے دیتا ہوں اوور" ـــ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل" ـــ چیف باس نے جواب دیا اور پھر ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

ابھی اُسے ٹرانسمیٹر آف کئے چند ہی لمحے گزرے تھے کہ ٹرانسمیٹر سے

بیپ بار بھر بیپ کی آواز گونجنے لگی۔ چیف باس نے چونک کر ٹرانسمیٹر کی طرف دیکھا۔ اس بار ٹرانسمیٹر کے دائیں کونے پر موجود بلب تیزی سے جل بجھ رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ آپریشن روم سے کال ہے۔ اس نے تیزی سے بٹن آن کر دیا۔

"ایس ون سپیکنگ فرام آپریشن روم سر اوور"۔ ٹرانسمیٹر سے آواز ابھری۔

"یس ڈی جی سپیکنگ اوور"۔۔۔۔ چیف باس نے تحکمانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"باس۔۔۔ فیاض کے ساتھ ہمارا رابطہ ختم ہو گیا ہے اوور"۔ ایس ون نے جواب دیا۔

"رابطہ ختم ہو گیا ہے۔ کیا مطلب اوور"۔۔۔۔ چیف باس نے چونک کر پوچھا۔

"سر۔ ہم نے آپ کے حکم کے مطابق اسے ذہنی طور پر کنٹرول کرنے کے لئے الیون تھرٹی کا انجکشن لگایا تھا۔ اور چیکنگ کے لئے اس کی گردن میں ایکس الیون فٹ کیا تھا اوور"۔۔۔ ایس ون نے یاد دلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں مجھے یاد ہے اوور"۔۔۔ چیف باس نے کرخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سر۔۔۔ ان دونوں میں ایک خامی ہے اور وہ خامی اب سامنے آ گئی ہے۔ الکحل اگر اس آدمی کے معدے میں چلی جائے تو الیون تھرٹی کا اثر بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ اور جب تک الکحل کا اثر رہے ایکس الیون

بھی بیکار ہو جاتی ہے اور فیاض نے اچانک باہر کارخ کیا اور جب تک آپریٹر مجھے بتاتا اور میں اسے ذہنی طور پر کنٹرول کر کے شراب پینے سے باز رکھتا وہ خالص وہسکی کا گلاس حلق میں انڈیل چکا تھا۔ چنانچہ اس طرح الیون تھرٹی کا خاتمہ ہو گیا اور ساتھ ہی ایکس الیون بھی بیکار ہو گیا۔ اب نہ ہی اس کی آواز سنائی دے رہی ہے اور نہ ہی وہ سکرین پر آ رہا ہے۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ آپ کو اطلاع کر دوں اوور"۔۔۔۔ ایس ون نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ یہ تو بہت برا ہوا۔ ہو سکتا ہے اس دوران عمران اس سے ٹکرا گیا ہو۔ میں نے تو اس لئے ان کا استعمال کیا تھا کہ وہ ایشیا سے آیا ہے۔ اور مسلمان ہے اور مسلمان شراب نہیں پیتے۔ مگر اس کم بخت نے پی لی اوور"۔۔۔۔ چیف باس نے کہا۔

"یس سر۔۔۔ میرا بھی یہی خیال تھا مگر اوور۔۔۔۔۔۔"۔۔۔ ایس ون نے چیف باس کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے فیاض شراب پینے کے بعد اپنے ہوٹل ہی گیا ہو گا اوور"۔۔۔۔ چیف باس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے سر اوور"۔۔۔ ایس ون نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے میں پتہ کرتا ہوں اگر وہ ہوٹل میں ہے تو میں اسے وہاں سے اغوا کرا کر آپریشن روم میں پہنچا دیتا ہوں۔ تم چیک کر لینا کہ آیا عمران اس سے ملا ہے یا نہیں اس کے بعد کوڈ کیم انجکشن لگا دینا تاکہ یہ الکحل والا مسئلہ بھی پیدا نہ ہو اوور"۔۔۔۔ چیف باس نے جواب دیا۔

"او۔کے سر اوور" ــــــ ایس ون نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل" ــــــ چیف باس نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

ٹرانسمیٹر آف کر کے اس نے تیزی سے اس کی فریکوئنسی تبدیل کرنی شروع کر دی تا کہ وہ فیاض کے اغوا کی ہدایات دے سکے۔



تقریباً ایک گھنٹے کے طویل انتظار کے بعد بلیک زیرو کی ٹیکسی چیک ہوئی اور پھر اُسے آگے بڑھنے کی اجازت دے دی گئی۔

"آپ کو بہت تکلیف ہوئی جناب" ــــــ ڈرائیور نے کار سٹارٹ کرتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"کوئی بات نہیں ایسا ہوتا ہی ہے" ــــــ بلیک زیرو نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

اور ڈرائیور نے سر ہلا دیا۔ چیکنگ کے بعد اس نے ٹیکسی کی رفتار بھی تیز رکھی تھی۔ اور پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد ٹیکسی ایک رہائشی کالونی میں داخل ہو گئی۔

"سپر کالونی آ گئی ہے جناب ــــــ آپ نے کہاں اترنا ہے" ــــــ ڈرائیور نے پوچھا۔

"چوک پر اتار دو" ــــــ بلیک زیرو نے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے چند لمحوں بعد چوک پر پہنچ کر گاڑی روک دی۔ بلیک زیرو نے کرایہ ادا کیا اور پھر اس وقت تک وہیں ٹھہرا رہا جب تک کہ ٹیکسی آگے بڑھ کر نظروں سے اوجھل نہ ہو گئی۔

ٹیکسی کے جانے کے بعد بلیک زیرو تیزی سے کوٹھیوں کی طرف بڑھا اور اس نے ان کے نمبر غور سے دیکھنے شروع کر دیئے۔

تھوڑی دیر بعد ہی وہ گیارہ نمبر کوٹھی کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ کوٹھی کے پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھلی ہوئی تھی اور سائیڈ میں بنے ہوئے کیبن سے نکلنے والی روشنی کی ایک موٹی سی چادر نے کھڑکی کو بھی روشن کر رکھا تھا۔ بلیک زیرو نے جھک کر کھڑکی سے اندر جھانکا تو پوری کوٹھی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ صرف سائیڈ کیبن میں روشنی تھی۔ بلیک زیرو قدم بڑھا کر اندر داخل ہو گیا۔ ریوالور اس نے جیب سے نکال کر ہاتھ میں سنبھال لیا تھا۔ دوسرے لمحے وہ بے اختیار اچھل پڑا۔ کیونکہ سائیڈ کیبن کے کھلے دروازے سے کیبن میں پڑی ہوئی لاش صاف نظر آ رہی تھی۔ وہ تیزی سے کیبن میں داخل ہوا تو بے اختیار ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ کسی نے نوجوان کی پیشانی پر گولی مار کر اُسے ہلاک کر دیا تھا۔ دوسرے لمحے بلیک زیرو کی نظریں لاش کے کانوں پر پڑیں تو وہ چونک پڑا۔

نوجوان کا دایاں کان آدھا غائب تھا جب کہ بایاں کان سرے سے اڑا دیا گیا تھا۔ بلیک زیرو سمجھ گیا کہ کسی نے نوجوان پر تشدد کیا ہے اور پھر اُسے گولی ماری ہے۔ بلیک زیرو نے جھک کر نوجوان کی نبض دیکھی تو اُسے محسوس ہوا کہ یہ کارروائی کچھ دیر پہلے ہی ہوئی ہے۔ کیونکہ لاش ابھی تک گرم تھی۔

بلیک زیرو نے نبض چھوڑ کر ادھر ادھر دیکھا کہ شاید کوئی کام کی چیز مل سکے مگر وہاں عام سے سامان کے علاوہ اور کوئی چیز نظر نہ آ رہی تھی کہ اچانک کیبن میں پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ بلیک زیرو چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس" ـــ بلیک زیرو نے گھٹے گھٹے لہجے میں کہا۔

"مارشل فوراً کوٹھی خالی کر کے ہیڈ کوارٹر رپورٹ کرو۔ ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ روکو بار کے کاؤنٹر مین نے مذاق مذاق میں کوٹھی کا نمبر ایک آدمی کو بتا دیا ہے۔ اور اس سے ایک خطرناک آدمی نے وہ نمبر حاصل کر لیا ہے ایسا نہ ہو کہ وہ تم پر چڑھ دوڑے" ـــ دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز میں کہا گیا۔ لہجہ بے حد تحکمانہ تھا۔

"ٹھیک ہے میڈم" ـــ بلیک زیرو نے اُسی طرح گھٹے گھٹے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے اس کے سوا وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ اُسے مارشل کے لہجے کا علم ہی نہ تھا۔

اور اس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے رسیور رکھ دیا گیا۔ دوسری طرف سے بولنے والی نے شاید بلیک زیرو کے لہجے پر غور ہی نہیں کیا تھا۔ بلیک زیرو نے ایک طویل سانس لے کر رسیور رکھ دیا مگر دوسرے

ن لمحے اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی اور اس نے جھپٹ کر رسیور ٹھایا اور پھر تیزی سے ایکسچینج کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ جلد ی رابطہ قائم ہو گیا۔

"چیف آف انٹیلی جنس سپیکنگ" ـــ بلیک زیرو نے رابطہ قائم ہوتے ہی انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"یس سر" ـــ دوسری طرف سے بولنے والی آپریٹر لڑکی نے گھبرا کر جواب دیا۔

"فوراً پتہ کر کے بتاؤ کہ نمبر الیون ڈبل ون ڈبل سکس تھری پر ابھی ابھی کہاں سے کال کی گئی ہے۔ ایمرجنسی ہے" ـــ بلیک زیرو نے لہجے کو پہلے سے زیادہ تحکمانہ بناتے ہوئے کہا۔

"یس ـــ بہتر جناب ایک منٹ ہولڈ کیجئے" ـــ آپریٹر نے جواب دیا اور بلیک زیرو کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ فوری طور پر ن کے ذہن نے اچھا کام کیا تھا۔ اور اس وقت اس کی یہ عادت کام ئی تھی کہ وہ جہاں بھی جاتا تھا۔ انکوائری۔ ایکسچینج کے نمبر سب سے پہلے دکر لیتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اُسے سنٹرل ایکسچینج کا نمبر یاد رہا تھا۔

"سر نمبر نوٹ کیجئے۔ تھری ون ڈبل زیرو تھری ون" ـــ آپریٹر نے یک منٹ سے بھی کم عرصے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"شکریہ ـــ اب یہ بھی معلوم کر کے بتاؤ کہ اس نمبر کا ایڈریس کیا ہے فوراً" ـــ بلیک زیرو نے اس بار لہجے کو قدرے نرم رکھتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب ـــ آپ کو پھر ہولڈ کرنا ہو گا" ـــ آپریٹر لڑکی کی

چہکتی ہوئی آواز سنائی دی۔ شاید اٹیلی جنس چیف کی طرف سے شکریہ کے لفظ نے اُسے بے پناہ مسرت بخشی تھی۔

"ٹھیک ہے مگر جلدی اور صحیح صحیح معلوم کر کے بتاؤ"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"سر پتہ نوٹ کیجئے۔ تھرٹی سکس ریونیو گرین بیچ"۔۔۔۔ آپریٹر لڑکی نے جواب دیا۔

"پتہ صحیح ہے"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے پوچھا۔

"بالکل جناب میں نے اچھی طرح چیک کیا ہے"۔۔۔۔ آپریٹر نے جواب دیا۔

"اوکے تھینک یو"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیا اور پھر ایک جھٹکے سے رسیور رکھ دیا۔ پھر دروازے کی طرف مڑتے مڑتے اُسے خیال آیا اور اس نے مڑ کر نوجوان کی لاش کی طرف دیکھا۔ اس کا قدوقامت بلیک زیرو جتنا ہی تھا۔ چنانچہ اس نے فوری طور پر ایک فیصلہ کیا اور پھر تیزی سے نوجوان کے کپڑے اتارنے لگا۔ مگر دوسرے لمحے وہ رک گیا کیونکہ نوجوان کے کالر پر خون کے دھبے پڑے ہوئے تھے۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اُسے سامنے الماری میں اسی سائز کے دوسرے کپڑے نظر آ گئے۔ بلیک زیرو نے پھرتی سے وہ کپڑے اتارے اور اپنے کپڑے اتار کر وہ پہن لئے اور وہ اس کے جسم پر فٹ تھے۔ اس طرف سے مطمئن ہو کر اس نے اپنے کپڑوں سے سامان نکال کر جیبوں میں منتقل کیا اور پھر ریڈی میڈ میک اپ باکس کھول کر مارشل کا میک اپ اپنے چہرے پر کرنے میں مصروف ہو گیا۔ تقریباً پندرہ منٹ میں وہ مارشل کے میک اپ میں آ گیا۔

آئینے میں میک اپ کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد وہ تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا کیبن سے باہر نکلا اور پھر پھاٹک سے باہر آ گیا۔ اب صرف مارشل کے لہجے کا مسئلہ رہ گیا تھا۔ مگر اس نے سوچ لیا تھا کہ اتنے بڑے مشن کے مقابلے میں یہ رسک معمولی ہے۔

چوک پر آ کر اس نے ایک خالی ٹیکسی پکڑی اور اُسے گرین بیچ چلنے کا کہہ کر پچھلی سیٹ پر بڑے اطمینان سے بیٹھ گیا۔ اور ٹیکسی تیزی سے سڑک پر دوڑنے لگی۔ وہ خوش تھا کہ کم از کم ناکام نہیں رہا۔ اور اس نے مسٹر کیڈی یا ہیڈ کوارٹر کا پتہ معلوم کر لیا ہے۔

دروازہ کھلا اور ایک قوی ہیکل نوجوان کاندھے پر فیاض کو لادے کمرے میں داخل ہو گیا۔

"اسے سٹریچر پر لٹا دو" ——— سفید ایپرن پہنے ہوئے نوجوان نے تحکمانہ لہجے میں آنے والے کو کہا اور اس نے سر ہلا کر دیوار کے قریب موجود سٹریچر پر فیاض کو لٹا دیا۔

"اب تم جاؤ" ——— سفید ایپرن والے نے کہا۔ اور فیاض کو لے آنے والا سلام کر کے واپس مڑا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ دروازہ بند ہوتے ہی سفید ایپرن والا تیزی سے سٹریچر پر پڑے ہوئے فیاض کی طرف بڑھا۔ فیاض سٹریچر پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔

"ایس ٹو چیک کرو کہ اس کے معدے میں الکحل کی کتنی مقدار موجود ہے۔ اور اگر ہو تو اُسے واش کرو جب تک میں چیف باس کو اس کے آنے کی اطلاع کر دوں" ——— سفید ایپرن والے نے اپنے بائیں طرف کھڑے ہوئے نوجوان سے کہا اور وہ سر ہلاتا ہوا تیزی سے فیاض کی طرف بڑھ گیا۔

جب کہ سفید ایپرن والا ایک کونے میں نصب بڑی سی مشین کی طرف بڑھا اور پھر اس نے اس کا بٹن آن کر دیا۔ چند لمحوں بعد مشین پہ نصب سکرین روشن ہو گئی۔ پہلے تو اس پر لہریں سی کوندتی رہیں پھر ایک نقاب پوش کی تصویر ابھر آئی۔

"ایس ون سپیکنگ اوور" ——— سفید ایپرن والے نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"یس ڈی۔جی سپیکنگ اوور" ——— نقاب پوش کی کرخت آواز سنائی دی۔

"باس فیاض آپریشن روم میں پہنچ چکا ہے اوور" ——— ایس ون نے کہا۔

"اوہ ۔ کیا پوزیشن ہے اس کی اوور" ——— چیف باس نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"اُسے بے ہوش کر کے لے آیا گیا ہے۔ میں نے ایس ٹو کو کہہ دیا ہے کہ وہ اس کے معدے میں موجود الکحل کی مقدار چیک کر کے اُسے واش کر دے اوور" ——— ایس ون نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے چیکنگ مشین فٹ کر کے مجھ سے اس کا رابطہ قائم کر دو۔ سوالات میں خود کروں گا اوور" ——— چیف باس نے کہا۔

"بہتر جناب اوور" ——— ایس ون نے کہا اور پھر مڑ کر اس نے ایک اور چھوٹی سی مشین کی تار کھینچ کر اس بڑی مشین کے ساتھ فٹ کی اور پھر اس چھوٹی مشین کا تار سٹریچر کے ساتھ دیوار سے نصب ایک

کافی بڑی مشین کے ساتھ لگا دیا۔

"کیا پوزیشن ہے" ——— ایس ون نے ایس ٹو سے پوچھا۔

"الکحل خاصی مقدار میں موجود تھی۔ میں نے ——— انجکشن لگا۔ اُسے واش کر دیا ہے" ـــ ایس۔ ٹو نے جواب دیا۔

"چیکنگ مشین آن کر دو ـــــ باس خود سوال کریں گے" ——— ایس ون نے کہا اور ایس ٹو نے پھرتی سے اس بڑی مشین کے ساتھ نصب ٹرانسپیرنٹ شیشے کے ایک بڑے خود نما کنٹوپ کو کھینچ کر سٹریچر پر پڑے ہوئے فیاض کے سر پر فٹ کر دیا۔

ایس ون نے مشین کا بٹن آن کیا اور ایک مائیک اٹھا کر کہنے لگا۔

"چیکنگ مشین آن ہے باس ـ ـــ آپ سوالات کر سکتے ہیں"۔

"کیا نام ہے تمہارا" ——— چیف باس کی آواز کمرے میں گونجی۔

"سپرنٹنڈنٹ فیاض" ـ ـــــ فیاض کے چہرے پر نصب خود وائز فیاض نے جواب دیا۔

مشین سے آواز ابھری۔

"تم شراب پینے سے پہلے کہاں تھے" ـ چیف باس نے پوچھا۔

"میں شہر میں گھوم کر عمران کو ڈھونڈتا پھر رہا تھا" ـ ـ فیاض نے جواب دیا۔

"عمران ملا" ——— چیف باس نے پوچھا۔

"ہاں ملا تھا" ——— فیاض نے جواب دیا۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ کیا عمران تم سے ملا تھا" ——— چیف باس نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں میں نے شراب پی اور پھر بار کے کاؤنٹرمین نے مجھ سے دو سو

ڈالر لے کر دہشت گرد کے سرغنے کا پتہ بتایا۔ میں فوراً وہاں پہنچا مگر وہاں موجود ایک نوجوان نے بتایا کہ یہ تو کسی مسٹر کینیڈی کی کوٹھی ہے۔ میں مایوس ہو کر واپس مڑا تو مجھے عمران مل گیا۔ پھر عمران نے مجھے واپس ہوٹل بھیج دیا اور کہا کہ صبح آکر ملوں گا" ـ ـ ـ فیاض نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"مسٹر کینیڈی کی کوٹھی ——— کیا نمبر تھا کوٹھی کا" ——— چیف باس کے لہجے میں بے پناہ تشویش تھی۔

"گیارہ سپر کالونی" ۔ فیاض نے جواب دیا۔

"کیا تم نے عمران کو اس کے متعلق بتایا تھا" ——— چیف باس نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"ہاں پہلے تو عمران نے مجھے ٹیکسی میں بٹھا لیا تھا مگر جب میں نے اُسے تفصیل بتائی اور مسٹر کینیڈی کا نام لیا تو اس نے چونک کر ٹیکسی رکوا دی اور پھر ٹیکسی ڈرائیور کو کہا کہ وہ مجھے ہوٹل چھوڑ دے اور خود وہیں رہ گیا"

"ایس ون" ـ ——— چیف باس نے اس بار ایس ون سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس" ——— ایس ون نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"فیاض کو کاڈیم انجکشن لگا کر واپس ہوٹل بھجوا دو اور اس کی سخت نگرانی کرو جیسے ہی عمران اس سے آکر ملے فوراً اُسے کنٹرول میں رکھو اور مجھے اطلاع دو" ——— چیف باس نے کہا۔

"بہتر باس" ـــ ——— ایس ون نے جواب دیا۔

اور پھر تیزی سے اس نے مشین کا بٹن آف کر دیا۔ اور نمبر ٹو کو کاڈیم انجکشن تیار کرنے کے لئے کہا تاکہ چیف باس کے حکم کی تعمیل کی جا سکے۔

سے مزید معلومات حاصل ہوسکیں۔ چنانچہ اس نے ٹیکسی پکڑی اور اُسے ہوٹل
گلنزا چلنے کا کہہ کر سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر کبیدگی کے آثار
چھائے ہوئے تھے۔ یہ شاید اس کی زندگی کا پہلا موقع تھا کہ وہ یوں اندھیرے
میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا تھا۔ ایک لمحے کے لئے اُسے خیال آیا کہ وہ
بلیک زیرو کو کال کر کے اس سے پوچھے کہ اس نے مسٹر کیڈی کا سراغ
کیسے لگایا تھا۔ شاید کوئی ایسا کلیو مل جائے جس سے وہ آگے بڑھ سکے۔
پھر اس نے ارادہ بدل دیا۔ وہ اس معاملے میں بلیک زیرو سے
مدد نہ لینا چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنے طور پر مجرموں کو پکڑ کر اس

عمران نے کو چوک پر پہنچتے ہی خالی ٹیکسی مل گئی۔ اور پھر ٹیکسی نے اُسے ا سہرا فیاض کے سر باندھ دے اور پھر بلیک زیرو پر چڑھائی کر دے
زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے بعد گرین بیچ پر پہنچا دیا۔ گرین بیچ ساحل سمندر وہ لوگ بالکل نکمے ہیں جب کہ فیاض جیسے آدمی نے ان کے مقابلے میں
پر بنی ہوئی ایک عظیم الشان رہائشی کالونی تھی۔ تھی ورنہ وہ جانتا تھا کہ بلیک زیرو کو نیس حل کر لیا۔ ان اس کی ذہنی رو
عمران نے ٹیکسی چھوڑی اور پھر گرین بیچ میں سرخ رنگ کی کوٹھی تلاش کیونکہ سرجان گیبل نے ان کے سامنے یہاں موجودگی کا علم ہو گیا ہوگا۔
کرنے لگا۔ مگر پورا گرین بیچ چھان مارنے کے باوجود اُسے وہاں سرخ رنگ پرنس آف ڈھمپ کا نام لیا تھا اور ظاہر ہے عمران وغیرہ اچھی طرح
کی کوئی کوٹھی نظر نہ آئی۔ تو اس کی کھوپڑی میں دھماکے ہونے لگے۔ وہ سمجھ جاتے تھے کہ پرنس آف ڈھمپ کون ہے۔
گیا کہ نوجوان نے مرتے مرتے بھی اُسے ڈاج دے دیا ہے۔ ابھی وہ اس بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ ٹیکسی ہوٹل گلنزا کے
مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ نوجوان مر چکا تھا۔ عمران نے ایک بار پھر گرین کمپاؤنڈ میں داخل ہو گئی۔ عمران ٹیکسی سے اترا اور اس نے کرایہ ادا کر کے
بیچ کا چکر لگایا مگر سوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ وہاں کوئی کوٹھی ایسی مین گیٹ کا رخ کیا۔ مگر ابھی وہ مین گیٹ تک پہنچا تھا کہ اچانک اس
تھی جو تمام سرخ رنگ کی ہو۔ نے ہوٹل کے انتہائی بائیں کونے میں چند سایوں کو حرکت کرتے دیکھا۔
آخر مایوس ہو کر اس نے واپسی کی ٹھانی اور پھر اُسے اچانک خیال دو آدمی بڑے پُراسرار انداز میں سڑک کی طرف بڑھ رہے تھے۔ عام
آیا کہ وہ فیاض سے اس بات کا پتہ پوچھے جس کے کاؤنٹر مین نے اُسے سرخ آدمی تو شاید ان لوگوں کی طرف متوجہ نہ ہوتا مگر وہ عمران تھا۔ اس کی
کیڈی کی کوٹھی کا نمبر بتایا تھا۔ اس نے سوچا کہ ہو سکتا ہے۔ اس کا ذہن چھٹی حس نے فوراً ہی خطرے کا الارم بجا دیا۔ اور عمران مین گیٹ کی

طرف بڑھنے کی بجائے اس کونے کی طرف بڑھنے لگا۔

وہ دونوں آدمی جھکے جھکے انداز میں چلتے ہوئے کمپاؤنڈ وال کے قریب پہنچے اور دوسرے لمحے وہ انتہائی پھرتی سے چھوٹی سی کمپاؤنڈ وال کراس کرکے سڑک پر پہنچ گئے۔

عمران نے اپنے طور پر خاصی تیزی دکھائی مگر جب تک وہ کمپاؤنڈ وال تک پہنچا وہ دونوں سڑک کے دوسرے کنارے پر کھڑی ہوئی ایک سیاہ رنگ کی کار میں سوار ہو کر تیزی سے آگے بڑھ گئے۔ عمران نے کار کی نمبر پلیٹ دیکھنے کی کوشش کی مگر وہاں سرے سے نمبر پلیٹ ہی غائب تھی۔

عمران ان کے جانے کے بعد واپس مڑا اور مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے ذہن میں ایک الجھن سی پیدا ہو گئی تھی۔ مگر کوئی چیز واضح نہ تھی کہ ان دونوں آدمیوں کے اس طرح چوری چھپے اور پرا طور پر واپس جانے کا مقصد کیا تھا۔ بہرحال اب اس بارے میں کچھ سوچنا فضول تھا۔ اس لئے وہ مین گیٹ سے گزر کر کاؤنٹر کی طرف جانے کی بجائے سیدھا لفٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا کیونکہ فیاض نے اسے بتا دیا تھا کہ وہ کمرہ نمبر ۱۱۲ میں رہتا ہے۔

"کہاں جانا ہے" ـــــ لفٹ بوائے نے اس کے لفٹ میں داخل ہوتے ہی پوچھا۔

"روم نمبر ۱۱۲" ـــــ عمران نے جواب دیا اور لفٹ بوائے نے اثبات میں سر جھکا کر پانچویں منزل کا بٹن دبا دیا اور لفٹ تیزی سے اوپر چڑھنے لگی۔

"ابھی دو آدمی ہوٹل سے باہر آئے ہیں انہوں نے سیاہ رنگ کے سوٹ پہنے ہوئے تھے وہ کونسی منزل سے آئے ہیں" ـــــ عمران نے لفٹ بوائے سے پوچھا۔

"سوری سر ـــــ پچھلے آدھے گھنٹے سے کوئی آدمی لفٹ پر سوار نہیں ہوا" ـــــ لفٹ بوائے نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا اور عمران خاموش ہو گیا۔ کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ دونوں آدمی لفٹ کے ذریعے نیچے جانے کی بجائے فائر بریگیڈ کے لئے بنائی گئی عقبی سیڑھیوں سے نیچے اترے ہوں گے۔ تھوڑی دیر بعد لفٹ پانچویں منزل پر پہنچ گئی۔ لفٹ بوائے نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"سر بائیں طرف تیسرا کمرہ ۱۱۲ ہے"

"شکریہ" ـــــ عمران نے کہا اور لفٹ سے نکل کر تیزی سے بائیں طرف بڑھنے لگا۔ لفٹ واپس نیچے چلی گئی۔

چند لمحوں بعد ہی عمران روم نمبر ۱۱۲ کے سامنے کھڑا تھا۔ عمران نے دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔ مگر جب اندر سے کوئی جواب نہ ملا تو عمران نے دروازے کو دھکیلا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اور عمران اندر داخل ہو گیا۔ سامنے بستر پر فیاض گہری نیند میں غرق سویا ہوا تھا عمران کافی دیر تک کمرے کا جائزہ لیتا رہا مگر وہاں ایسے کوئی آثار نہ تھے۔ جس سے محسوس ہوتا کہ کسی نے فیاض کی نیند کے دوران مداخلت کی ہو۔ چنانچہ عمران مطمئن ہو گیا کہ ان دو آدمیوں کی پراسرار حرکت کا تعلق کم از کم فیاض یا اس کے کمرے سے نہیں ہو سکتا۔ عمران نے دروازہ بند کیا اور پھر وہ فیاض کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

فیاض کے بستر کے قریب جا کر عمران کچھ دیر کھڑا سوچتا رہا۔ کہ اُسے جگائے یا خود بھی وہیں سو جائے پھر صبح کو جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ مگر پھر اس نے فیصلہ کیا کہ فیاض کو جگا کر اس بار کا پتہ پوچھ لے۔ کیونکہ صبح کو شاید وہ کاؤنٹر پین وہاں نہ ملے۔ اور اُسے تلاش کرنے میں وقت ضائع کرنا پڑے۔

چنانچہ عمران نے آگے بڑھ کر فیاض کو بُری طرح جھنجھوڑ دیا۔ چند لمحے تک تو فیاض بے حس و حرکت رہا۔ مگر پھر اس میں زندگی کے آثار دوڑ نے لگے اور دوسری بار جھنجھوڑنے کے بعد اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"ارے تم یہاں مجرموں کو پکڑنے کے لئے آئے ہو یا شراب پی کر بستر پہ اینٹھنے کے لئے آئے ہو" ___ عمران نے اُسے ایک بار پھر جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

اور فیاض ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے فیاض بالکل نارمل حالت میں ہو۔ حالانکہ شراب پینے کے بعد اٹھنے والا شخص نارمل حالت میں نہیں جاگ سکتا۔

"تت ___ تم عمران" ___ فیاض نے ہوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں میں ___ سنا و عیش ہو رہی ہے سرکاری خرچ پر" ___ عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں ___ میری قسمت میں عیش کہاں۔ اچھا تم بیٹھو میں ذرا ٹوائلٹ تک ہو آؤں" ___ فیاض نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

اور پھر اچھل کر بستر سے نیچے اترا اور تیزی سے چلتا ہوا ٹوائلٹ میں گھستا چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد عمران نے بے اختیار سر پہ ہاتھ پھیرا۔ فیاض کا انداز کچھ نامانوس سا لگتا تھا۔ مگر پھر اس نے سوچا کہ شاید نشے کی حالت میں اچانک جگانے کی وجہ سے ایسا ہوا ہو۔ چنانچہ اس نے اس خیال کو ترک کر کے میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کو اپنی طرف کھسکایا۔ وہ ہسپتال ٹیلی فون کر کے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ سر رحمان ابھی تک وہاں موجود ہیں یا انہیں پاکیشیا لے جایا گیا ہے۔

ٹیلی فون کا رسیور اٹھا کر اس نے سنٹرل ہسپتال کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ ابھی اس نے پورے نمبر ڈائل نہ کئے تھے کہ فیاض ٹوائلٹ کے دروازے سے باہر نکلا۔ عمران کی چونکہ اس کی طرف پشت تھی اس لئے وہ فیاض کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ٹوائلٹ واشر برش کو نہ دیکھ سکا۔ فیاض قدم پہ قدم رکھتا ہوا آہستہ آہستہ عمران کی طرف بڑھا۔ اس کے چہرے پر عجیب سی بے حسی چھائی ہوئی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کی حرکات میکانکی ہوں۔ عمران کی پشت پر آ کر اس نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور پھر پوری قوت سے ٹوائلٹ واشر برش کا بھاری بھرکم دستہ عمران کی کھوپڑی پہ رسید کر دیا۔

عمران جو ٹیلی فون کرنے میں مصروف تھا۔ اچانک سر پر پڑنے والی بھرپور ضرب سے اچھل کر کرسی سے نیچے جا گرا۔ اس کے دماغ پر اندھیرے نے زبردست یلغار کی۔ ایک لمحے کے لئے اس نے اپنی بے پناہ قوتِ ارادی کے بل پہ اس اندھیرے کو جھٹکنے کی لاشعوری کوشش کی۔ مگر

دوسرے لمحے سر پر پڑنے والی دوسری بھرپور ضرب نے اُسے دنیا و مافیہا سے قطعاً بیگانہ کر دیا۔ اور وہ بے ہوش ہو کر فرش پر گر گیا۔

فیاض ہاتھ میں برش پکڑے بڑے فاتحانہ انداز میں فرش پر پڑے ہوئے بے ہوش عمران کے سر پر یوں کھڑا تھا جیسے شکاری شیر کا شکار کر کے بڑے فاتحانہ انداز میں فوٹو کھنچواتے ہیں۔



"سر ——— گرین بیچ پر آپ نے کہاں جانا ہے؟" ——— ڈرائیور نے ٹیکسی چلاتے ہوئے بلیک زیرو سے پوچھا۔

"تھرڈ سیکس ایونیو" ——— بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"اوہ ——— لال کوٹھی ——— ٹھیک ہے میں نے دیکھی ہوئی ہے" ——— ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"لال کوٹھی" ——— بلیک زیرو نے چونک کر پوچھا۔

"جی ہاں ——— یہ کوٹھی پہلے گہرے سرخ رنگ میں پینٹ کی گئی تھی۔ اس لئے لال کوٹھی کے نام سے مشہور تھی مگر اب گذشتہ دو ماہ سے اسے سرخ کی بجائے نیلے رنگ میں پینٹ کر دیا گیا ہے۔ مگر اس کا نام لال کوٹھی

ہی مشہور ہے" ——— ڈرائیور نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"ہوں ٹھیک ہے" ——— بلیک زیرو نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

اور تھوڑی دیر بعد ڈرائیور نے ایک سڑک پر موڑ کاٹا اور پھر ایک کافی بڑی کوٹھی کے پھاٹک پر ٹیکسی روک دی۔

"آپ کی منزل آگئی ہے جناب" ——— ڈرائیور نے مڑ کر کہا۔

اور بلیک زیرو دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ اس نے میٹر دیکھ کر کرایہ ادا کیا اور جب ٹیکسی آگے بڑھ کر اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ تو بلیک زیرو آہستہ آہستہ کوٹھی کے پھاٹک کی طرف بڑھا۔ مگر اچانک اسے خیال آگیا کہ اگر وہ چیک کر لیا گیا اور مجرموں کے ہاتھوں میں پھنس گیا تو کم از کم ممبرز کو اس کی اطلاع تو ہو۔ چنانچہ یہ خیال آتے ہی وہ گلی میں مڑا اور پھر اندھیرے میں ایک درخت کے نیچے پہنچ کر رک گیا۔

اس نے تیزی سے رسٹ واچ کا ونڈ بٹن مخصوص انداز میں کھینچا۔ اور صفدر کی فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہو گیا۔

"صفدر سپیکنگ اوور" ——— دوسری طرف سے صفدر کی مدھم سی آواز ابھری۔

"ایکسٹو اوور" ——— بلیک زیرو نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"یس سر ——— میں سر جان گیبل کی کوٹھی کی نگرانی کر رہا ہوں جناب۔ عمران واپس نہیں آیا البتہ عمران کی ساتھی لڑکی ٹیکسی میں واپس آگئی ہے اوور" ——— صفدر نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اب تم ایسا کرو یہاں کی نگرانی ختم کر کے تھرڈ سکس ایونیو گرین بیچ پہنچ جاؤ۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ یہ مجرموں کا ہیڈ کوارٹر ہے۔

کیپٹن شکیل اور نعمانی کو بھی میں وہیں بھیج رہا ہوں۔ تم نے فی الحال نگرانی کرنی ہے۔ اپنے واچ ٹرانسمیٹر آن رکھنا۔ جیسے ہی میری طرف سے ڈیتھ کاشن ملے۔ تم نے اندر داخل ہو جانا ہے اور کوشش کرنا کہ جس قدر زیادہ تباہی پھیلا سکو پھیلاؤ۔ زیرو لکٹری بم اپنے ساتھ رکھنا اوور“ —— بلیک زیرو نے صفدر کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”بہتر جناب —— آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی اوور“ —— صفدر نے گمبھیر لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوور اینڈ آل“ —— بلیک زیرو نے کہا اور پھر صفدر سے رابطہ ختم کر کے اس نے کیپٹن شکیل اور نعمانی کی فریکوئنسی سیٹ کرنی شروع کر دی۔ تھوڑی دیر بعد وہ انہیں بھی یہی ہدایات دینے میں مصروف ہو گیا۔ ان تینوں کو ہدایات دینے کے بعد اس نے واچ ٹرانسمیٹر آف کیا اور پھر گلی میں سے نکل کر دوبارہ مین گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ اب وہ مارشل کا رول ادا کرنے کے لئے ذہنی طور پر پوری طرح تیار تھا۔

پھاٹک پر پہنچ کر اس نے جیسے ہی کال بیل کا بٹن دبایا۔ وہ ایک لمحے کے لئے جھجک گیا کیونکہ کال بیل کا بٹن دباتے ہی پھاٹک خود بخود کھلتا چلا گیا۔ بلیک زیرو نے دیکھا کہ پھاٹک کے اندر ایک بند سی گیلری بنی ہوئی تھی جس کے آخر میں ایک اور دروازہ تھا۔ گیلری کی چھت پر دو بڑے بڑے سوراخ سے تھے جن پر باریک جالی نصب تھی۔ بلیک زیرو نے پھاٹک کھلتے ہی اندر قدم بڑھائے اور پھر جیسے ہی وہ گیلری میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے پھاٹک تیزی سے بند ہو گیا۔ اور ابھی بلیک زیرو نے آدھی گیلری ہی کراس کی تھی کہ چھت پر موجود جالی دار سوراخوں میں

سے سرخ رنگ کی تیز روشنی کی لہر سے نکلی اور بلیک زیرو اس لہر میں جیسے نہا سا گیا۔ سرخ روشنی صرف ایک لمحے کے لئے نکلی اور پھر پلک جھپکنے میں غائب ہو گئی۔ بلیک زیرو آگے بڑھتا چلا گیا۔ وہ ذہنی طور پر مطمئن ہو گیا کہ اس کا میک اپ چیک نہ ہو سکا ہے۔ مگر ابھی وہ گیلری کے دوسرے دروازے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ اچانک دروازے کے اوپر سے زرد رنگ کی روشنی کی لہر نکلی اور بلیک زیرو کے جسم سے جیسے ہی یہ لہر ٹکرائی بلیک زیرو کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کا جسم مفلوج ہوتا چلا گیا ہو۔ اور وہ ریت کی بوری کی طرح وہیں گیلری کے فرش پر ڈھیر ہوتا چلا گیا۔ البتہ اس کا ذہن ویسے ہی ہوشیار رہا۔ اور آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ مگر جسم قطعی طور پر مفلوج تھا۔ وہ نہ بول سکتا تھا اور نہ حرکت کر سکتا تھا۔

اس کے نیچے گرتے ہی گیلری کا اندرونی دروازہ کھلا اور دو قوی ہیکل نوجوان اندر داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے بڑے اطمینان سے بلیک زیرو کو اٹھا کر کاندھے پر لادا اور پھر دروازے سے باہر نکل گئے۔ بلیک زیرو دیکھ رہا تھا کہ یہ ایک کافی بڑی کوٹھی ہے۔ جس کا لان خاصا وسیع و عریض تھا۔ سامنے عمارت تھی۔ جس کے برآمدے میں ہاتھوں میں سب مشین گنیں اٹھائے تقریباً دس آدمی موجود تھے۔

بلیک زیرو کو کاندھے پر اٹھائے وہ دونوں تیزی سے عمارت کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ عمارت میں داخل ہو کر وہ مختلف کمروں سے گزر کر ایک چھوٹے سے کمرے میں آئے اور دوسرے آدمی نے کمرے کا دروازہ بند کر کے سوئچ بورڈ پر موجود ایک بٹن دبایا۔ تو وہ کمرہ کسی

لفٹ کی طرح نیچے اترتا چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد کمرے کی حرکت رکی تو انہوں نے اس کا دروازہ کھولا اور پھر ایک بند راہداری میں آ گئے۔ راہداری میں سے گزرتے ہوئے وہ ایک دروازے کے سامنے رکے اور ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر دروازہ پر دستک دی۔

"کم ان"۔۔۔ اندر سے ایک آواز سنائی دی۔ اور اس کے ساتھ ہی دروازہ کھلتا چلا گیا۔

بلیک زیرو کو اٹھائے وہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔ یہ ایک کافی بڑا کمرہ تھا جس میں چاروں طرف دیواروں کے ساتھ مختلف قسم کی مشینیں نصب تھیں۔ کمرے میں سفید ایپرن پہنے دو افراد موجود تھے جن میں سے ایک انتہائی بائیں کونے میں ایک مشین کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔

"سر یہ شخص کوٹھی میں داخل ہوا ہے۔ مسٹر کیڈی کے پرسنل سیکرٹری مارشل کے روپ میں ہے مگر گیٹ چیکنگ کمپیوٹر نے اسے چیک کر لیا ہے"۔۔۔ بلیک زیرو کو اٹھائے ہوئے شخص نے مؤدبانہ انداز میں کمرے میں موجود آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اوہ۔۔۔ اسے سٹریچر پر ڈال دو میں اسے چیک کرتا ہوں"۔۔۔ ایک آدمی نے چونک کر کہا اور پھر بلیک زیرو کو کمرے میں موجود ایک سٹریچر پر پھینک دیا گیا۔

"اب تم جا سکتے ہو"۔۔۔ سفید ایپرن والے نے جواب دیا اور وہ دونوں سر جھکا کر واپس مڑے اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتے کمرے سے باہر نکلتے چلے گئے۔

کمرے کا دروازہ بند ہوتے ہی وہ شخص تیزی سے آگے بڑھا اور پھر اس نے سٹریچر کے ساتھ منسلک چمڑے کی پیٹیوں کے ساتھ بلیک زیرو کے جسم کو اچھی طرح باندھنا شروع کر دیا۔

"ایس ون ایس ون"۔۔۔ اچانک کونے میں بیٹھا ہوا شخص بڑی طرح چیخ اٹھا۔

"کیا بات ہے"۔۔۔ بلیک زیرو کو باندھنے والے نے چونک کر پوچھا۔

"فیاض کے کمرے میں کوئی شخص داخل ہوا ہے"۔۔۔ کونے والے نے کہا۔

"اچھا"۔۔۔ ایس ون تیزی سے اس کونے کی طرف دوڑ پڑا۔

"میرے خیال میں یہ عمران ہے"۔۔۔ ایس ون نے مشین پر لگی ہوئی سکرین کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ فیاض کو جھنجھوڑ رہا ہے"۔۔۔ ایس ٹو نے کہا۔

"ہاں فیاض کو جاگ جانا چاہیئے تاکہ آنے والے کے متعلق معلوم ہو سکے کہ وہ کون ہے"۔۔۔ ایس ون نے کہا اور پھر مشین پر موجود ایک بٹن کو انگلی سے پریس کرنے لگا۔

"تت۔۔ تم عمران"۔۔۔ کمرے میں فیاض کی آواز گونجی۔

"یہ واقعی عمران ہے اسے اڑا نہ دیا جائے"۔۔۔ ایس ٹو نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔۔۔ میرے خیال میں فی الحال اسے بے ہوش کر دیا جائے۔

پھر باس کو اطلاع کر دیتے ہیں جیسے وہ کہے "۔۔۔ ایس ون نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے" ۔۔۔ ایس ٹو نے جواب دیا۔

"تم اس تیسرے شخص کو چیک کرو۔ میں عمران کو بے ہوش کراتا ہوں" ایس ون نے ایس ٹو سے کہا اور ایس ٹو تیزی سے اٹھ کر سٹریچر پر بندھے ہوئے بلیک زیرو کی طرف بڑھنے لگا۔

"فیاض فوراً اٹھ کر غسل خانے میں چلے جاؤ" ۔۔۔ ایس ون نے مائیک اٹھا کر منہ سے لگاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے اب تم نے لوٹا مٹ واشر بوش اٹھا کر باہر نکلنا ہے اور عمران کے سر پر پوری قوت سے وار کرنا ہے" ۔۔۔ ایس ون فیاض کو ہدایات دے رہا تھا۔

جب کہ ادھر ایس ٹو نے بلیک زیرو کا سٹریچر گھسیٹ کر ایک مشین کے قریب کیا اور پھر مشین کے اوپر لگے ہوئے ایک بڑے سے کنٹوپ کو کھینچ کر اس نے بلیک زیرو کے سر پر فٹ کر دیا۔

"شاباش ایک اور بار پوری قوت سے" ۔۔۔ اچانک ایس ون نے چیخ کر کہا اس کے لہجے میں مسرت تھی۔

"ویری گڈ ویری گڈ" ۔۔۔ ایس ون نے چند لمحوں بعد کہا۔

"کیا عمران بے ہوش ہو گیا" ۔۔۔ ایس ٹو نے بلیک زیرو کے سر پر کنٹوپ فٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

"بے ہوش ۔۔۔ میرے خیال میں اس کی کھوپڑی بھی تڑخ چکی ہو گی" ۔۔۔ ایس ون نے منہ پھیر کر کہا۔

"بہت خوب" ۔۔۔ ایس ٹو نے کنٹوپ کا کنکشن مشین سے جوڑتے ہوئے جواب دیا۔

"فیاض ۔۔۔ اب تم خاموشی سے بیٹھ جاؤ ہم تھوڑی دیر بعد تمہیں مزید ہدایات دیں گے" ۔۔۔ ایس ون نے مائیک میں کہا اور پھر وہ مائیک کو واپس مشین کے کریڈل پر رکھ کر اٹھا۔ اور تیزی سے بائیں طرف موجود ایک مشین کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"ایس ون ۔۔۔ یہ شخص چیکنگ کے لئے تیار ہے" ۔۔۔ ایس ٹو نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔

"اسے ابھی یہیں پڑا رہنے دو۔ میں باس کو کال کر کے عمران کے متعلق اطلاع کر دوں" ۔۔۔ ایس ون نے جواب دیا۔ اور پھر اس نے دیوار میں نصب مشین کا بٹن آن کر دیا۔ مشین میں سے سیٹی کی آواز نکلنے لگی۔ اور اس پر نصب سکرین پر لہریں سی کوندنے لگیں۔ چند لمحوں بعد ہی سکرین پر نقاب پوش کی تصویر ابھر آئی۔

"یس" ۔۔۔ سیٹی کی آواز کی بجائے ایک کرخت آواز کمرے میں گونجی۔

"ایس ون سپیکنگ باس ۔۔۔ عمران فیاض کے کمرے میں پہنچا۔ ہم نے اسے مشین پر چیک کر لیا ہے" ۔۔۔ ایس ون نے کہا۔

"اوہ ۔۔۔ اب کیا پوزیشن ہے" ۔۔۔ باس کی آواز سنائی دی۔

"میں نے فیاض کے ذریعے اسے بے ہوش کر دیا ہے" ۔۔۔ اگر آپ حکم کریں تو ہم فیاض کے جسم میں موجود بم پھاڑ دیں فیاض کے ساتھ

ساتھ عمران کے بھی ٹکڑے ہو جائیں گے"۔ ——— ایس ڈن نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"نہیں اب تم اسے بے ہوش کر ہی چکے ہو تو ٹھیک ہے۔ میں ان دونوں کو یہیں منگوا لیتا ہوں۔ میں اسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرنا چاہتا ہوں۔ باس نے جواب دیا۔

"اوکے باس ——— جیسے آپ کی مرضی" ——— ایس ڈن نے قدرے دبے دبے لہجے میں کہا۔

"کراس ورلڈ رپورٹ کے مطابق عمران دنیا کا سب سے خطرناک اور چالاک انسان ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اچھی طرح تسلی کر دوں کہ واقعی یہ وہی عمران ہے۔ پھر اس کا خاتمہ کر دوں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ نقلی عمران ہو اور ہم اسے ختم کر کے مطمئن ہو جائیں اور اصلی عمران ہماری راہ پر لگ جائے"۔ ——— باس نے ایس ڈن کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"آپ کا دماغ قابل داد ہے باس ——— میرا ذہن اس پہلو پر گیا ہی نہیں تھا" ——— ایس ڈن نے مرعوب ہوتے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"وہ تھوڑی دیر بعد آپریشن روم میں پہنچ جائے گا۔ جیسے ہی وہ وہاں پہنچے مجھے اطلاع کر دینا میں خود وہاں آؤں گا" ——— باس نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب ——— اوہ ہاں سر ——— گیٹ چیکنگ کمپیوٹر نے ابھی ابھی ایک شخص کو آپریشن روم میں بھیجا ہے۔ یہ شخص مسز کیڈی کے

پرسنل سیکرٹری مارشل کے میک اپ میں ہیڈ کوارٹر میں داخل ہوا تھا" ایس ڈن نے کہا۔

"اوہ۔ ——— یہ مسز کیڈی والا مسئلہ تو پھیلتا چلا جا رہا ہے۔ پہلے مسز کیڈی کو آرٹ گیلری میں چیک کیا گیا۔ اس آدمی کا پھر پتہ نہ چلا کہ وہ کون تھا۔ چنانچہ مسز کیڈی کو ہیڈ کوارٹر بلا لیا گیا۔ پھر یہ تفتیش مسز کیڈی کی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ چنانچہ بار کے کاؤنٹر مین کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ ویسے چیکنگ میں یہی بات سامنے آئی کہ اس نے ویسے ہی انٹ شنٹ پتہ بتا دیا تھا۔ مگر پتہ مسز کیڈی کا نکلا۔ پھر تفتیش کی زبانی پتہ چلا کہ عمران مسز کیڈی کو تلاش کرتا پھر رہا تھا چنانچہ مسز کیڈی کے ذریعے اس کے پرسنل سیکرٹری مارشل کو کہا گیا کہ وہ فوراً کوٹھی چھوڑ کر ہیڈ کوارٹر پہنچ جائے مگر اب مارشل کے روپ میں کوئی اور شخص یہاں آن گھسا ہے۔ یہ سب انتہائی پر اسرار چکر ہے" ——— باس کے لہجے میں بے پناہ جھنجھلاہٹ تھی۔

"واقعی سر" ——— ایس ڈن نے جان بوجھ کر مبہم سا جواب دیا۔ کیونکہ وہ مسز کیڈی کے خلاف کوئی لفظ منہ سے نہ نکالنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ مسز کیڈی چیف باس کی پسندیدہ عورت ہے۔

"اس آدمی کو چیکنگ مشین میں رکھو۔ عمران کے آنے کے بعد جب میں خود وہاں آؤں گا تو اس سے تفصیلی پوچھ گچھ کر دوں گا" ——— باس نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد مزید ہدایت دی۔

"بہتر جناب" ——— ایس ڈن نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اوکے" ــــــ چیف باس نے کہا اور پھر رابطہ ختم ہو گیا۔ اور مشین پر موجود سکرین تاریک ہو گئی۔

مسز کیتھڈی نے اکتاہٹ بھرے انداز میں ایک طویل انگڑائی لی اور پھر بستر سے اٹھ کر وہ ڈائننگ ٹیبل کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ اُسے ہیڈکوارٹر میں آئے ہوئے کئی دن ہو گئے تھے۔ اور اب وہ یہاں پابند ہو کر بیٹھے رہتے بُری طرح اکتا گئی تھی۔ جب سے ایک نوجوان نے اس پر تیزاب ڈال کر ہیڈکوارٹر کا پتہ پوچھا تھا۔ چیف باس نے اُسے مستقل طور پر ہیڈکوارٹر میں بلا لیا تھا۔ کیونکہ چیف باس کا خیال تھا کہ وہ نوجوان یقیناً مقامی سیکرٹ سروس کا کوئی رکن ہو گا اور چونکہ اس وقت وہ اکیلا تھا اس لئے وہ واپس چلا گیا مگر بعد میں یقیناً پوری سیکرٹ سروس اس کی آرٹ گیلری پر ٹوٹ پڑے گی۔

مسز کیڈی کئی سالوں سے اس تنظیم میں کام کر رہی تھی۔ شروع میں تو وہ ایک عام ممبر کی حیثیت سے اس تنظیم میں شامل ہوئی تھی۔ مگر آہستہ

آہستہ آہستہ وہ اس تنظیم کے سیکنڈ باس کینڈی کی منظورِ نظر بن گئی۔ اور پھر کینڈی نے اس سے باقاعدہ شادی کر لی۔ اس طرح وہ اپنے اصل نام کی بجائے مسز کینڈی کے طور پر مشہور ہو گئی۔ پھر کینڈی کی بدقسمتی کہ ایک میٹنگ میں وہ اُسے اپنے ساتھ لے کر چیف باس کے پاس چلا گیا اور چیف باس اُسے دیکھتے ہی اس پر مر مٹا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے ہی روز کینڈی کی لاش ایک گٹر میں تیرتی ہوئی پائی گئی۔ کینڈی کی موت کے بعد چیف باس نے اُسے اپنے پاس رکھ لیا۔ اب وہ تنظیم کے عملی کاموں میں قطعاً شریک نہ ہوتی تھی۔ بلکہ چیف باس نے اُسے تنظیم سے علیحدہ رکھا ہوا تھا۔ وہ چیف باس جب بھی بیرون ملک کوئی خفیہ کال کرتا تو ذریعہ مسز کینڈی کی علیحدہ رہائش گاہ ہی ہوتی۔

مسز کینڈی بھرپور جوانی کے دور سے گزر رہی تھی۔ اور چیف باس چونکہ تنظیم کے کاموں میں اتنا منہمک رہتا تھا کہ کئی کئی روز تک اس کے پاس نہ آسکتا تھا۔ اس لیے مسز کینڈی نے اپنی رہائش گاہ پر ایک اور نوجوان مارشل کو بطور پرسنل سیکرٹری رکھا ہوا تھا۔ مارشل اور وہ اکیلے ہی کوٹھی میں رہتے تھے۔ اور مارشل پرسنل سیکرٹری کے علاوہ بطور گارڈ۔ چوکیدار، باورچی حتیٰ کہ اس کے شوہر تک کے فرائض سرانجام دیتا تھا۔

مسز کینڈی چیف باس سے زیادہ مارشل سے مانوس تھی۔ کیونکہ مارشل بھرپور جوان تھا جب کہ چیف باس بس صرف چیف باس ہی تھا۔ اُسے ہیڈ کوارٹر میں آنے کے بعد سب سے زیادہ ملال اس بات کا تھا کہ مارشل اس سے دور ہو گیا تھا۔ پھر جب چیف باس سے اُسے یہ معلوم ہوا

کہ اس کی رہائش گاہ دشمنوں کی نظروں میں آ گئی ہے تو اس نے چیف باس سے کہہ کر مارشل کو بھی ہیڈ کوارٹر بلوانے کی منظوری لے لی۔ بہانہ یہ تھا کہ مارشل چونکہ ہیڈ کوارٹر کا پتہ جانتا ہے۔ اس لیے ایسا نہ ہو دشمن اس کے ذریعے ہیڈ کوارٹر کا پتہ معلوم کر لیں۔

چیف باس سے منظوری حاصل کرنے کے بعد اس نے پہلی فرصت میں مارشل کو فون کر کے فوراً ہیڈ کوارٹر پہنچنے کا حکم دیا۔ اور اب وہ مارشل کے انتظار میں تھی اس نے اپنے کمرے سے ملحقہ کمرہ مارشل کی رہائش گاہ کے طور پر استعمال کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا تاکہ مارشل رات کو آسانی سے اس کے کمرے میں پہنچ سکے۔

مگر کافی دیر ہونے کے باوجود مارشل ابھی تک ہیڈ کوارٹر نہ پہنچا تھا۔ اس نے کافی دیر تک اس کا انتظار کیا تھا۔ مگر اب اس سے مزید انتظار نہ ہو سکتا تھا۔ اس لیے اس نے دوبارہ کوٹھی ٹیلی فون کیا۔ مگر وہاں گھنٹی بجتی رہی مگر کسی نے رسیور نہ اٹھایا تو وہ سمجھ گئی کہ مارشل وہاں سے چل دیا ہے۔ مگر وہ ابھی تک ہیڈ کوارٹر کیوں نہیں پہنچا۔

چند لمحے وہ بیٹھی سوچتی رہی پھر اس نے انٹرکام پر چیف باس سے رابطہ قائم کیا تاکہ اس سے مارشل کے متعلق معلوم کرے۔ مگر انٹرکام پر چیف باس موجود نہ تھا۔ اس کا صاف مطلب تھا کہ چیف باس اپنے مخصوص کمرے میں موجود نہیں ہے۔ اور یہ خاصی حیرت انگیز بات تھی کیونکہ چیف باس سوائے ہنگامی ضرورت کے اپنے مخصوص کمرے سے باہر نہ نکلتا تھا۔ چنانچہ اس نے خود چیف باس کے کمرے میں جا کر حالات معلوم کرنے کا فیصلہ کیا۔

الماری سے کوٹ اٹھا کر اس نے پہنا اور پھر کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔ مختلف راہداریوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک چھوٹی سی راہداری میں پہنچی جس کے آخر میں چیف باس کا خصوصی کمرہ تھا۔ اس راہداری میں مسلح گارڈ موجود تھے۔

"میڈم — باس کمرے میں نہیں ہیں" — ایک گارڈ نے بڑے مؤدبانہ انداز میں مسز کیڈی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اوہ — کہاں گئے ہیں وہ" — مسز کیڈی نے پوچھا۔

"وہ آپریشن روم میں گئے ہیں۔ سنا ہے وہاں کوئی خوفناک جاسوس گرفتار ہو کر آیا ہے۔ باس اس سے خود پوچھ گچھ کرنے کے لئے گئے ہیں" — گارڈ نے جواب دیا۔

"او۔کے" — مسز کیڈی نے جواب دیا اور پھر وہ واپس مڑ گئی۔ اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ چیف باس آپریشن روم میں کسی غیر متعلقہ آدمی کی موجودگی برداشت نہیں کرتا مگر اُسے اس خوفناک جاسوس کو دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہو گیا تھا۔ جس سے پوچھ گچھ کے لئے چیف باس خود آپریشن روم میں گیا تھا چنانچہ وہ آپریشن روم کے دروازے کی طرف جانے کی بجائے ایک اور راہداری کی طرف مڑ گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر والی منزل پر پہنچ گئی۔ جس کی ایک تنگ راہداری میں آپریشن روم کے روشندان کھلتے تھے۔

چونکہ مسز کیڈی چیف باس کی خاص منظورِ نظر تھی اس لئے بنا پر بھی کسی گارڈ نے اُسے روکنے کے متعلق سوچا تک بھی نہیں اور وہ

بڑی آسانی سے آپریشن روم کے روشندان تک پہنچ گئی۔

روشندان کے قریب پہنچ کر جب اُس نے آپریشن روم میں جھانکا تو دوسرے لمحے وہ بُری طرح چونک پڑی۔ کیونکہ سامنے ایک سٹریچر پر اُسے مارشل لیٹا ہوا نظر آیا۔ اس کے چہرے پر کنٹوپ فٹ تھا۔ اور ایس دان اور ایس ٹو اس کے قریب موجود تھے۔ جب کہ ایک طرف رکھی ہوئی کرسی پر نقاب پہنے چیف باس موجود تھا۔ نقاب میں سے چیف باس کی شعلہ برساتی آنکھیں مارشل کے چہرے پر ٹکی ہوئی صاف نظر آ رہی تھیں۔ مسز کیڈی کے ذہن میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔ وہ سمجھ گئی کہ چیف باس کو مارشل اور اس کے درمیان تعلقات پر شبہ ہو گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے مارشل کو آپریشن روم میں چیکنگ کے لئے لا ڈالا ہے۔ مسز کیڈی کو اچھی طرح معلوم تھا کہ چیکنگ مشین کے سامنے مارشل سچ بولنے پر مجبور ہو جائے گا اور اس طرح چیف باس کو ان کے درمیان موجود تعلقات کا یقینی علم ہو جائے گا۔ اس کے بعد کیا ہو گا یہ مسز کیڈی اچھی طرح جانتی تھی۔ مارشل کی لاش کیڈی کی طرح کسی گٹر میں بہتی ہوئی ملے گی اور ہو سکتا ہے چیف باس مشتعل ہو کر مسز کیڈی کو بھی موت کے گھاٹ اتار دے۔

اس لئے اس نے فوری طور پر مارشل کی موت فیصلہ کر لیا۔ تاکہ مارشل اور اس کے درمیان تعلقات کا راز فاش نہ ہو۔ وہ تیزی سے مڑی اور پھر بھاگتی ہوئی اس راہداری کے آخری کمرے پر پہنچی جہاں تنظیم کے لئے ہر قسم کے اسلحے کا سٹاک موجود تھا

چند لمحوں بعد وہ اسلحہ روم میں داخل ہو گئی اور پھر اس نے ایک

الماری میں موجود زہریلی سوئیاں پھینکنے والی مشین اٹھائی۔ اس مشین کے ذریعے خطرناک اور تیز ترین زہر سائنائیڈ میں ڈوبی ہوئی سوئیاں کافی فاصلے تک پھینکی جا سکتی تھیں۔ اس طرح وہ روشندان سے ہی زہریلی سوئی مارشل کے جسم میں اتار سکتی تھی اور جب تک یہ سوئی چیک ہوتی وہ واپس اپنے کمرے میں پہنچ سکتی تھی۔ چنانچہ اس نے مشین اٹھائی اس میں موجود زہریلی سوئیاں چیک کیں اور پھر تیزی سے واپس راہداری میں بھاگتی چلی گئی۔ اس کے لئے ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ وہ ہر قیمت پر مارشل کے کچھ بتانے سے پہلے اسے ہلاک کرنا چاہتی تھی۔



عمران کی جب آنکھ کھلی تو اس نے اپنے آپ کو ایک سٹریچر پر چمڑے کی مضبوط پٹیوں سے بندھا ہوا دیکھا۔ سٹریچر ایک خاصے بڑے کمرے میں موجود تھا۔ جس کی چاروں دیواروں سے مشینیں نصب تھیں۔ ایک اور سٹریچر پر ایک اور آدمی بندھا ہوا تھا۔ جس کے سر پر چیکنگ مشین کا کنٹوپ چڑھا ہوا تھا۔ کمرے میں سفید ایپرن پہنے ہوئے دو آدمی موجود تھے۔

"میں کہاں ہوں"۔۔۔ عمران نے ایک سفید ایپرن والے سے پوچھا۔

"ہیڈ کوارٹر کے آپریشن روم میں"۔۔۔ سفید ایپرن والے نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ہیڈ کوارٹر"۔۔۔ عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ دہشت گرد کے ہیڈ کوارٹر میں"۔۔۔ سفید ایپرن والے نے جواب دیا۔

"اچھا۔۔۔ مگر میں تو ہوٹل کے کمرے میں تھا"۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ہاں تم جیسے ہی فیاض کے کمرے میں پہنچے ہم نے تمہیں چیک کر لیا اور پھر تمہارے دوست فیاض نے ہمارے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے تمہارے سر پر ضرب لگا کر تمہیں بے ہوش کر دیا۔ نتیجہ یہ کہ اب تم یہاں موجود ہو"۔ سفید ایپرن والے نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"مگر فیاض نے یہ جرأت کیسے کی کہ میرے سر پر ضرب لگائے۔ کہاں ہے وہ نابکار"۔۔۔ عمران نے غصیلے انداز میں کہا۔

"شاید وہ یہ جرأت نہ کرتا مگر وہ شروع سے ہی ہمارے کنٹرول میں ہے۔ ہم نے اسے کاڈیم انجکشن لگا دیا تھا"۔۔۔ سفید ایپرن والے نے جواب دیا۔

"اوہ پھر تو وہ بے چارہ مجبور تھا مگر مجھے یہاں بلانے کے لئے اتنے لمبے چوڑے چکر کی کیا ضرورت تھی۔ میں تو خود ہی یہاں آنے کے لئے بے چین تھا۔ تم مجھے پتہ بتا دیتے میں سر کے بل چل کر آ جاتا۔ خواہ مخواہ میری

کھوپڑی تڑوائی تم لوگوں نے" ـــــ عمران نے بڑا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ہم تو شاید تمہیں یہاں نہ بلاتے۔ بس اس کونے والی مشین کا ایک بٹن دبا دیتے۔ اور فیاض کے جسم میں موجود جدید ترین الیکٹرونک بم پھٹ جاتا۔ نتیجہ یہ تھا کہ تم دونوں کے ٹکڑے اڑ جاتے۔ مگر چیف باس تمہیں اپنے سامنے ہلاک کرانا چاہتا ہے" ـــــ سفید ایپران والے نے بھی تلخ سے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

پھر اس سے پہلے کہ سفید ایپران والا کوئی جواب دیتا۔ آپریشن روم کا دروازہ کھلا اور ایک نقاب پوش اندر داخل ہوا۔ دونوں سفید ایپران والے اس کے سامنے بڑے مؤدبانہ انداز میں جھک گئے۔

"ہوں تو یہ ہے وہ عمران ـــ جس سے بڑی بڑی خوفناک تنظیمیں خائف ہیں" ـــــ نقاب پوش نے ایک طرف رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کرخت لہجے میں کہا۔

"السلام علیکم جناب نقاب پوش صاحب ـــــ تمہارے بال بچے امید ہے بخیریت ہوں گے" ـــــ عمران نے بڑے بے تکلفانہ انداز میں نقاب پوش سے مخاطب ہو کر کہا۔

"شٹ اپ ـــــ کیا تم ہی وہ عمران ہو جو پاکیشیا سے دہشت گردی کے خاتمے کے لئے آئے ہو" ـ نقاب پوش نے غراتے ہوئے کہا۔

"میں آیا نہیں لایا گیا ہوں۔ سوپر فیاض نے ایک لاکھ روپے دے کر خواہ مخواہ میری جان عذاب میں ڈال دی۔ ویسے ایک بات ہے۔ جس

نے جس لالچ کیا تھا۔ اور لالچ بڑی بلا ہے" ـــ عمران کی زبان جب چل پڑے تو بھلا اسے کون روک سکتا تھا۔

"مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ عمران ہے۔ اس قسم کا مسخرہ اور احمق آدمی بھلا اتنا خوفناک اور خطرناک کیسے ہو سکتا ہے۔ اسے چیکنگ مشین پر چیک کرو تب اس کی اصلیت کا پتہ چلے گا" ـــ چیف باس نے ایس ون سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مارشل کے روپ میں اس آدمی کو پہلے چیک نہ کر لیا جائے" ـــ ایس ون نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"نہیں اسے بعد میں چیک کریں گے پہلے اسے چیک کرو" ـــ چیف باس نے فیصلے لہجے میں کہا۔

"بہتر جناب" ـــــ ایس ون نے کہا اور تیزی سے مارشل کے روپ میں مفلوج پڑے ہوئے بلیک زیرو کی طرف بڑھنے لگا۔ ایس ٹو بھی ساتھ ہی تھا۔ مگر جیسے ہی وہ دونوں اس کے قریب پہنچے نقاب پوش بول پڑا۔

"ٹھیک ہے اسے چیک کر لو تاکہ اگر یہ عمران کا ساتھی ہے تو اس سے عمران کے متعلق تفصیلات مل جائیں گی اس طرح کام ہلکا ہو جائے گا" نقاب پوش نے اپنا ارادہ بدل دیا تھا۔

"بہتر جناب" ـــــ ایس ون نے کہا اور پھر اس نے ایس ٹو کو انجکشن لانے کا اشارہ کیا تاکہ بلیک زیرو کی بے حسی دور کر سکے۔ اور اسے چیکنگ کے لئے تیار کر سکے۔

ایس ٹو نے الماری کھول کر ایک انجکشن تیار کیا اور پھر لا کر

بلیک زیرو کے بازو میں انجکیٹ کر دیا۔ نقاب پوش خاموش بیٹھا یہ سب کارروائی دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظریں بلیک زیرو پر گڑی ہوئی تھیں۔

جب انجکشن کا ردعمل ہوا اور بلیک زیرو کے جسم نے حرکت شروع کی تو ایس دان نے مشین کا بٹن آن کر دیا۔ اور ایک مائیک لا کر نقاب پوش کو دے دیا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" —— نقاب پوش نے کرخت لہجے میں کہا۔

"طاہر" —— بلیک زیرو کے حلق سے نکلنے والی آواز کمرے میں گونج اٹھی اور عمران بری طرح چونک پڑا۔ اُسے خیال تک نہ تھا۔ کہ بلیک زیرو بھی ان کے قبضے میں آچکا ہے۔

"کہاں سے آئے ہو؟" —— چیف باس نے دوسرا سوال کیا۔

"پاکیشیا سے" —— بلیک زیرو نے جواب دیا۔ وہ بھی اس جدید ترین مشین کے سامنے بے بس ہو چکا تھا۔ کیونکہ باوجود انتہائی کوشش کے وہ اپنے لاشعور کو صحیح جواب دینے سے نہ روک سکا تھا۔

"کیا تم عمران کے ساتھی ہو؟" —— چیف باس نے پوچھا۔

مگر اس بار طاہر نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ حتی الوسع اپنی قوت ارادی کو بروئے کار لا کر مشین کا مقابلہ کر رہا تھا۔

"اس کے کنٹوپ میں کوئی خرابی ہے۔ اسے ٹھیک کرو ورنہ جواب میں اتنی دیر نہیں ہو سکتی" —— چیف باس نے چیخ کر ایس دان سے کہا اور ایس دان تیزی سے بلیک زیرو پر جھک گیا۔ مگر دوسرے لمحے ایس دان کے حلق سے اوہ کی آواز نکلی اور وہ لڑکھڑا کر پہلے بلیک زیرو پر گرا اور پھر وہاں سے ہٹتا ہوا فرش پر جا گرا۔ اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں اور جسم

کا رنگ انتہائی تیزی سے تبدیل ہوتا جا رہا تھا۔

"کیا ہوا کیا ہوا" —— چیف باس اور ایس ٹو دونوں اچھل کر ایس دان کی طرف بڑھے۔ مگر اسی لمحے ایس ٹو کے حلق سے بھی اوہ کی آواز نکلی اور وہ بھی دھڑام سے زمین پر جا گرا۔ اس کی حالت بھی ایس دان جیسی ہو گئی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے" —— چیف باس بری طرح چیخ اٹھا۔ اور پھر جیسے ہی اس نے دیکھا کہ ایس دان اور ایس ٹو دونوں زندگی کی سرحدیں پار کر کے موت کی وادی میں پہنچ گئے ہیں وہ تیزی سے عمران کی طرف لپکا۔ اس نے فوری طور پر یہی سوچا تھا کہ شاید عمران نے کوئی پراسرار حرکت کی ہے۔ اس نے جھپٹ کر جیب سے ریوالور نکال لیا تھا۔

مگر جیسے ہی وہ عمران کے قریب پہنچا۔ عمران کی لات پوری قوت سے اس کے سینے پر پڑی اور وہ اچھل کر پشت کے بل زمین پر جا گرا۔ دوسرے لمحے عمران نے سٹریچر سمیت اپنے جسم کو زوردار جھٹکا دیا اور پھر سٹریچر سمیت اچھل کر زمین سے اٹھتے ہوئے نقاب پوش پر جا گرا۔ اب نقاب پوش نیچے تھا جب کہ اس کے اوپر عمران اور عمران کی پشت پر سٹریچر تھا۔ عمران نے نیچے گرتے ہی پوری قوت سے سر کی ٹکر نقاب پوش کی ناک پر ماری۔ نقاب پوش کے حلق سے ایک چیخ سی نکلی۔ مگر عمران کی دونوں ٹانگیں چونکہ چمڑے کی پٹیوں سے آزاد ہو چکی تھیں۔ اس لئے نیچے گرتے ہی اس نے اپنے آپ کو اچھالا اور پھر وہ کھڑا ہو گیا۔ مگر اس کی پوزیشن یہ تھی کہ سٹریچر اس کے جسم کے ساتھ چپکا ہوا تھا۔

نقاب پوش نے اٹھ کر دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی۔ مگر عمران بھلا اتنی آسانی سے اسے کہاں جانے دیتا تھا۔ اس نے سٹریچر سمیت ہی

اس پر چھلانگ لگادی اور دروازے کے قریب ہی نقاب پوش پر جا پڑا۔ نقاب پوش نے ایک بار پھر اُسے دھکا دینے کی کوشش کی مگر عمران نے پوری قوت سے اپنا گھٹنا نقاب پوش کی دونوں ٹانگوں کے درمیان مار دیا اور نقاب پوش کا پورا جسم یوں سمٹا جیسے وہ ربڑ کا بنا ہوا ہو اور پھر وہ گھٹنوں کے بل نیچے گر گیا۔ عمران جانتا تھا کہ اس ضرب کے نتیجے میں کم از کم چار پانچ منٹ تک مضروب کا جسم ضرور مفلوج ہو جاتا ہے۔

جیسے ہی اس کے نیچے گرتے ہی عمران نے اپنے بازو موڑے اور پھر اس کے ناخنوں میں موجود بلیڈ جس کے ذریعے اس نے اپنی ٹانگوں پر بندھی ہوئی بیلٹ کاٹ ڈالی تھی۔ سینے پر بندھے ہوئے بیلٹ تک پہنچ گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے لمحے وہ بیلٹ بھی کٹ گئی اور سٹریچر پر ایک دھماکے سے نیچے جا گرا۔ اب وہ آزاد تھا۔

ادھر نقاب پوش اپنے آپ پر قابو پاکر اٹھ کر کھڑے ہونے کی کوشش میں مصروف تھا۔ مگر اب عمران بھلا اُسے کہاں چھوڑتا تھا۔ اس نے اٹھتے ہوئے نقاب پوش کے پہلو میں پوری قوت سے لات ماری اور نقاب پوش ہوا میں اچھل کر سٹریچر پر پڑے ہوئے بلیک زیرو کے اوپر جا گرا۔ پھر جیسے ہی عمران تیزی سے مڑا۔ اس کی نظریں کمرے کے روشندان پر جا پڑیں۔ جہاں سے اس نے مسز کینڈی کو سوئی پھینکتے دیکھ لیا۔ سوئی کا رخ عمران کی طرف ہی تھا۔ مگر عمران نے پلک جھپکنے میں غوطہ مارا اور سوئی اڑتی ہوئی اس کے قریب سے گزر کر سامنے دروازے میں گھستی چلی گئی۔

پھر اس سے پہلے کہ مسز کینڈی دوسری سوئی پھینکتی عمران نے تیزی سے ہاتھ سیدھا کیا اور اس کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے سائیلنسر لگے ریوالور

سے شعلہ نکلا اور مسز کینڈی کے حلق سے ایک چیخ نکل گئی۔ گولی ٹھیک اس کے چہرے پر پڑی تھی۔ اور وہ الٹ کر پیچھے جا گری۔ اب یہ مسز کینڈی کی بدقسمتی ہی تھی کہ جس جگہ عمران نے غوطہ مارا تھا وہیں نقاب پوش کے ہاتھ سے نکلا ہوا ریوالور پڑا تھا۔ ظاہر ہے اس کے بعد اس کی موت ایک یقینی امر تھی۔ اور عمران کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہ تھا کیونکہ مشین سے پھینکی جانے والی سوئیوں سے وہ کب تک بچ سکتا تھا۔

مسز کینڈی کی مارشل پر پھینکی جانے والی سوئی ایس دان کے جسم میں جا لگی تھی کیونکہ وہ عین وقت پر بلیک زیرو کے جسم پر جھکا تھا۔ اور دوسری سوئی کا نشانہ ایس ڈوبا تھا۔ کیونکہ ایس دان کی طرف بڑھتے ہوئے وہ بلیک زیرو اور مسز کینڈی کی پھینکی ہوئی سوئی کے درمیان آ گیا تھا۔ جبکہ تیسری سوئی عمران کی پشت پر بندھے ہوئے سٹریچر میں گھس گئی تھی۔ اور چوتھی کا نشانہ بننے سے بال بال بچا تھا۔ مسز کینڈی کی طرف سے اطمینان ہو جانے کے بعد عمران نے ریوالور کا رخ نقاب پوش کی طرف کیا جو بلیک زیرو کے جسم پر گرنے کے بعد اٹھ رہا تھا۔

"خبردار۔۔۔ اگر حرکت کی تو گولی سیدھی دل میں ترازو ہو جائے گی"۔۔۔ عمران نے پھنکارتے ہوئے کہا مگر شاید نقاب پوش پر جنون سوار تھا کہ اس نے عمران کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کی پرواہ کئے بغیر اس پر چھلانگ لگا دی تھی۔ مگر نقاب پوش کا جسم ابھی فضا میں ہی تھا کہ عمران نے ٹریگر دبا دیا اور گولی نقاب پوش کے سینے میں گھستی چلی گئی۔ اور وہ چیخ مار کر پہلو کے بل زمین پر جا گرا۔ اُسے چند لمحوں سے زیادہ تڑپنے کی مہلت نہ مل سکی اور اس کی روح تنظیم کو اسی دنیا میں ہی چھوڑ کر عالم بالا

کی طرف پرواز کر گئی۔

آپریشن روم چونکہ ساؤنڈ پروف تھا۔ اس لئے ظاہر ہے اندر ہونے والی تمام کارروائی کا پتہ باہر کسی کو نہ چل سکتا تھا۔ چیف باس کے مرتے ہی عمران تیزی سے آگے بڑھا۔ اور پھر اس نے چیف باس کے چہرے سے نقاب کھینچ لیا۔ اب وہ غور سے دنیا کی خطرناک تنظیم کے چیف باس کو دیکھ رہا تھا۔ جسے یہ زعم تھا کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کی تنظیم کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

عمران ایک طویل سانس لے کر مڑا اور پھر اس نے بلیک زیرو کے چہرے سے کنٹوپ ہٹا دیا۔ اور پھر اس کے جسم پر بندھی ہوئی پٹیاں کھولنے لگا۔

"عمران صاحب میں شرمندہ ہوں کہ میں نے صحیح جواب دیئے تھے مگر یقین کیجئے میں مجبور تھا"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے سر جھکاتے اٹھتے ہوئے ندامت بھرے لہجے میں کہا۔

"ابھی تو تم شکر کرو کہ میں پہنچ گیا ورنہ تم اس وقت ہوتے جب ایکسٹو اور سیکرٹ سروس کے تمام راز دہشت گرد کو بتا دیتے"۔ عمران نے الفاظ شرمندہ کر دینے والے جواب دیا۔ اور بلیک زیرو نے گردن جھکا لی۔ واقعی اگر عمران وہاں موجود نہ ہوتا تو دہشت گرد اس مشین کے ذریعے اس سے تمام باتیں اگلوا لیتا۔

عمران تیزی سے مڑا اور پھر دیوار کے ساتھ نصب ایک بڑے سے ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"ارے مگر مجھے تو معلوم نہیں کہ یہ جگہ کون سی ہے"۔۔۔۔ عمران نے

ٹرانسمیٹر کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے بڑبڑا کر کہا۔

"یہ تھرڈ سیکس یونیو گرین بیچ ہے"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے فوراً جواب دیا۔

"اچھا"۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔ اور تیزی سے ایک مخصوص فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"ہیلو۔۔۔۔ چیف آف سیکرٹ سروس مسٹر زولو سے بات کراؤ۔ اٹ از ایمرجنسی اوور"۔۔۔۔ عمران نے رابطہ قائم ہوتے ہی کہا۔ اور بلیک زیرو عمران کی آواز پر چونک پڑا۔ کیونکہ عمران اپنی اصل آواز کی بجائے سوپر فیاض کے لہجے میں بول رہا تھا۔

"کون بول رہا ہے اوور"۔۔۔۔ دوسری طرف سے ایک کرخت آواز سنائی دی۔

"میں پاکیشیا انٹیلی جنس کا سپرنٹنڈنٹ فیاض بول رہا ہوں۔ دہشت گرد کے بارے میں اطلاع دینی ہے اوور"۔۔۔۔ عمران نے سوپر فیاض کے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

اور چند لمحوں بعد ہی ایک اور بھاری آواز کمرے میں گونج اٹھی۔

"سپرنٹنڈنٹ فیاض۔۔۔۔ میں چیف آف سیکرٹ سروس زولو بول رہا ہوں۔ مجھے انٹیلی جنس چیف سے پہلے ہی اطلاع مل گئی تھی کہ آپ اور پاکیشیا انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر سر رحمان دہشت گرد کے خاتمے کے لئے یہاں پہنچے ہوئے ہیں اوور"۔۔۔۔ چیف آف سیکرٹ سروس نے کہا۔

"بالکل جناب۔۔۔۔ سر رحمان کو تو دہشت گرد نے شدید زخمی کر دیا تھا۔

"نہیں تو میں نے واپس پاکیشیا بھجوا دیا ہے اوور" ۔ عمران نے جواب دیا۔

"آپ کو دہشت گرد کے بارے میں کوئی کلیو ملا اوور" ——— مسٹر ڈولو نے اشتیاق آمیز لہجے میں سوال کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کلیو کی بات کر رہے ہیں۔ میں اس وقت دہشت گرد کے ہیڈ کوارٹر سے ہی آپ کو کال کر رہا ہوں۔ دہشت گرد کا چیف باس اس وقت میرے قدموں میں اپنے دو ساتھیوں سمیت مردہ پڑا ہوا ہے اوور" عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کاش ۔ کیا ۔ —— آپ سچ کہہ رہے ہیں۔ آپ حقیقتاً میں تو ہیں اوور" ۔ چیف آف سیکرٹ سروس نے شدید بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مسٹر ڈولو ——— میں اپنے ملک کا ایک ذمہ دار آدمی ہوں۔ مجھے بھلا جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے اوور" ——عمران نے لہجے کو جان بوجھ کر تلخ بناتے ہوئے کہا۔

"ارے ۔ ارے —— میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ آئی ایم سوری۔ آپ پلیز تفصیلات بتائیں اوور" ۔ مسٹر ڈولو عمران کے برا منانے پر اور زیادہ بوکھلا گیا۔

"او کے ۔ دہشت گرد کا ہیڈ کوارٹر [illegible] پر ہے ۔ جہاں انہوں نے ہر قسم کے حفاظتی اقدامات کر رکھے ہیں۔ میں اس وقت ان کے ساؤنڈ پروف آپریشن روم میں موجود ہوں۔ جہاں چیف باس سے زبردست جنگ کے بعد میں نے اسے ہلاک کر دیا ہے۔ ابھی ہیڈ کوارٹر

میں کسی کو علم نہیں کہ ان کا چیف باس مر چکا ہے۔ آپ اس کوٹھی کو چاروں طرف سے گھیر لیں۔ بہتر ہے کہ ملٹری آپریشن کریں۔ اور پھر ہیڈ کوارٹر پر قبضہ کر لیں۔ آپ کو اس تنظیم کے متعلق تمام ریکارڈ یہاں سے مل جائے گا اور اس طرح آپ تنظیم کے ملک میں پھیلے ہوئے باقی ممبروں کو بھی ختم کر سکیں گے اوور" ——— عمران نے نیاحق کے لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"تو کیا آپریشن کے دوران آپ ہیڈ کوارٹر میں ہی رہیں گے۔ میں اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ کہیں آپریشن کے دوران آپ کو ہمارے ہاتھوں نقصان نہ پہنچ جائے اوور" مسٹر ڈولو نے کہا۔

"ایسی بات نہیں میں چیف کا نقاب پہن کر ہیڈ کوارٹر سے باہر نکل جاؤں گا۔ آپریشن روم میں چیف کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ میں اس کے چہرے پر چاقو سے ایسا نشان بنا دوں گا اس طرح آپ چیف کی لاش کو شناخت کر لیں گے اوور" ۔ ۔ عمران نے جواب دیا۔

"او کے ۔ آپ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں اوور" ——— مسٹر ڈولو نے پوچھا۔

"میں ہوٹل آرکسٹرا کے کمرہ نمبر ۳۱۱ میں ٹھہرا ہوا ہوں اوور" ۔ عمران نے نیاحق کی رہائش گاہ کا پتہ بتاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے آپریشن کے بعد میں آپ سے ملاقات کے لئے وہیں حاضر ہوں گا اوور" ——— مسٹر ڈولو نے جوشیلے لہجے میں کہا۔

"اوور اینڈ آل" ——— عمران نے جواب دیا اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"آپ نے تمام کریڈٹ فیاض کو دے دیا"۔۔۔ بلیک زیرو نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"دیکھو طاہر۔۔۔ میں فیاض کی وجہ سے ہی یہاں پہنچا ہوں۔ اگر فیاض درمیان میں نہ ہوتا تو یقیناً تم پاکیشیا سیکرٹ سروس کا کباڑہ کر چکے تھے۔ اس لئے تمام کریڈٹ فیاض کو ہی ملنے گا"۔۔۔ عمران نے جھک کر چیف باس کا لباس اتارتے ہوئے قدرے سخت لہجے میں کہا اور بلیک زیرو خاموش ہو گیا۔ واقعی یہ ایک کمزور پہلو تھا کہ اگر عمران بروقت چیف باس پر قابو نہ پا لیتا تو چیکنگ مشین کے ذریعے طاہر پوری سیکرٹ سروس کا ڈھانچہ بتا دینے پر مجبور ہو جاتا اور ظاہر ہے اس قدر خوفناک تنظیم کو جب پاکیشیا سیکرٹ سروس کا یہ راز مل جاتا تو وہ اس کا کیا حشر کرتی۔

عمران نے تیزی سے چیف باس کا لباس پہنا اور پھر اپنے منہ پر اس کا نقاب چڑھا کر اس نے ایک الماری میں پڑے ہوئے چاقو کی مدد سے مردہ چیف باس کے چہرے پر کراس کا نشان بنا دیا۔ اور پھر چیف اور ایس ون اور ایس ٹو کی لاشیں گھسیٹ کر ایک کونے میں ڈال دیں تاکہ اگر آپریشن سے پہلے کوئی اندر جھانکے تو فوری طور پر صورت حال کا اندازہ نہ کر سکے۔

عمران کے کہنے پر بلیک زیرو نے بھی مارشل کا میک اپ اتار دیا تھا۔

پھر عمران نے آپریشن روم کا دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا۔ بلیک زیرو بھی اس کے پیچھے ہی باہر آ گیا۔ عمران کے اشارے پر بلیک زیرو نے دروازہ بند کر دیا۔ گیلری میں موجود مسلح گارڈ عمران کو چیف باس کے روپ میں دیکھ کر چوکنے ہو گئے۔

"ادھر آؤ"۔۔۔ عمران نے چیف باس کے لہجے میں قریب موجود گارڈ

سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ تیزی سے چلتا ہوا عمران کے قریب پہنچ گیا۔

"یس باس"۔۔۔ گارڈ نے بڑے مؤدبانہ انداز میں عمران کے سامنے جھکتے ہوئے کہا۔

"ڈرائیور کو بولو فوراً کار تیار کرے۔ مجھے ایک اہم مشن پر جانا ہے اور میرے واپس آنے تک آپریشن روم میں کوئی نہ جائے۔ ایس ون اور ایس ٹو ایک اہم کام میں مصروف ہیں"۔۔۔ عمران نے چیف باس کے لہجے میں گارڈ کو ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر باس"۔۔۔ گارڈ نے کہا اور پھر تیزی سے وہیں راہداری میں رکھے ہوئے ٹیلی فون کی طرف بڑھتا چلا گیا وہ شاید ٹیلی فون پر ہی ڈرائیور کو احکام دینا چاہتا تھا۔ عمران نے اسے ٹیلی فون کی طرف بڑھتے دیکھ کر ایک اور گارڈ کو اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔

"تم ہمارے ساتھ جاؤ گے چلو"۔۔۔ عمران نے انتہائی سخت لہجے میں کہا اور گارڈ سر ہلاتا ہوا آگے چل پڑا۔ اور عمران اور بلیک زیرو اس کے پیچھے چلنے لگا۔ مختلف راہداریوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک چھوٹے سے گیراج نما کمرے میں آ گئے جہاں سرخ رنگ کی ایک کار کے قریب ایک باوردی ڈرائیور موجود تھا۔ نقاب پوش کو دیکھتے ہی ڈرائیور نے بڑے مؤدبانہ انداز میں پچھلی نشست کا دروازہ کھول دیا۔ اور عمران بلیک زیرو سمیت پچھلی نشست پر بیٹھ گیا۔ گارڈ گھوم کر آگے والی نشست پر بیٹھنے لگا۔ تو عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"سنو تم واپس جاؤ اور اپنی ڈیوٹی دو"۔

اور گارڈ تیزی سے واپس مڑ گیا اسے شاید چیف باس سے ارادہ

بدلنے کے متعلق پوچھنے کی جرأت ہی نہ تھی۔

"چلو ڈرائیور" ——— عمران نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا اور ڈرائیور نے سر ہلا کر کار آگے بڑھا دی۔ کار گیراج سے نکل کر ایک طویل سرنگ میں داخل ہوئی۔ سرنگ تقریباً دو فرلانگ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد سرنگ ختم ہو گئی اب اس کے سامنے ایک ٹھوس دیوار تھی۔ ڈرائیور نے کار دیوار کے سامنے روکی اور نیچے اتر کر اس نے دیوار کی جڑ میں ایک مخصوص جگہ پر پیر مارا تو دیوار کسی ڈھکن کی طرح اٹھتی چلی گئی۔ اب وہاں باہر جانے کا راستہ تھا۔ ڈرائیور نے واپس آ کر کار آگے بڑھائی تو چند لمحوں بعد کار کھیتوں کے درمیان ایک کچی سی سڑک پر موجود تھی۔ عمران نے مڑ کر اس جگہ کا اندازہ کیا اور پھر جب ڈرائیور کار کو موڑ کر مین روڈ پر لے آیا تو عمران نے اُسے ٹھہرنے کا حکم دیا۔

"اب تم واپس اڈے میں جا سکتے ہو اس کے بعد میں خود کار لے جاؤں گا" ——— عمران نے ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور سر ہلاتا ہوا کار سے نیچے اتر گیا۔ عمران نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور پھر کار خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھا دی۔ اب اس نے چہرے پر چڑھا ہوا نقاب اتار دیا تھا۔

"بلیک زیرو، صفدر، کیپٹن شکیل اور نعمانی کو واچ ٹرانسمیٹر پر کال کرو اور انہیں واپس ہوٹل جانے کی ہدایات دے دیں۔

بلیک زیرو، زیرو ویو ون فریکوئنسی پر مسٹر زدولو کو فیاض کے لہجے میں اس خفیہ راستے کے متعلق بھی اطلاع دے دو تاکہ مجرم یہاں سے نہ نکل سکیں" ——— عمران نے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا اور

بلیک زیرو سر ہلا کر مسٹر زدولو سے رابطہ قائم کرنے میں مصروف ہو گیا۔

"دیکھا سلطان ——— تم ہمیشہ میرے محکمے کو کما کہتے رہتے ہو۔ اب دیکھو اکیلے فیاض نے اس خوفناک تنظیم کا خاتمہ کر دیا" ——— سر رحمان نے مسرت سے چہکتے ہوئے سر سلطان سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ ابھی تک ہسپتال کے ایک مخصوص وارڈ میں موجود تھے۔

"ہاں ——— رحمان واقعی تمہارا فیاض تو چھپا رستم نکلا۔ بے پناہ صلاحیتیں ہیں اس میں" ——— سر سلطان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ گو انہیں عمران نے ٹرانسمیٹر پر تمام تفصیلات بتا دی تھیں۔ اور ساتھ یہ بھی کہہ دیا تھا کہ وہ بھی سر رحمان کے سامنے تمام کریڈٹ فیاض کو دے دیں۔ اس لئے ظاہر ہے وہ اس کے سوا اور کہہ بھی کیا سکتے تھے۔

"صدر مملکت نے بھی سرکاری طور پر میرے محکمے کی کارکردگی کا اعتراف کیا ہے۔ اور میں چاہتا بھی یہی تھا" ——— سر رحمان کا چہرہ خلاف معمول مسرت سے چمک رہا تھا۔

"ویسے اب یہ بات ثابت ہو گئی ہے رحمان کہ تمہارا فیاض ایک قابل قدر ہیرا ہے۔ ہم تو اب تک اسے پتھر ہی سمجھتے رہے" ——— سر سلطان نے فیاض کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے خیال رکھنا کہیں تم فیاض کو بھی سیکرٹ سروس میں ٹرانسفر نہ کرا لینا۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا" ——— سر رحمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ ایسی بات نہیں ——— بھلا تمہاری اجازت کے بغیر میں ایسا کر سکتا ہوں۔ اور مجھے علم ہے کہ تم نے اجازت نہیں دینی" ——— سر سلطان نے جواب دیا۔

"دیکھو ——— حکومت ویسٹ ہارٹ نے سرکاری طور پر فیاض کی کارکردگی کا اعتراف کیا ہے اور ویسٹ ہارٹ کے صدر نے حکومت اور عوام کی طرف سے ہمارا شکریہ ادا کیا ہے کہ ہم نے ایک ایسا جوہر قابل وہاں بھیج دیا۔ جس نے اکیلے ہی اتنی بڑی تنظیم کا خاتمہ کر دیا۔ اس سے بڑا کریڈٹ میرے محکمے کے لئے اور کیا ہو سکتا ہے۔ مگر تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ تمہیں میرے متعلق کس نے اطلاع دی کہ تم نے مجھے واپس بلوا لیا۔ میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ اس کیمپ سے زخمی حالت میں مجھے کون لے آسکتا ہے" ——— سر رحمان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"اب تم سے کیا چھپانا یہ کارنامہ بھی تمہارے فیاض نے ہی سرانجام دیا ہے۔ تفصیلات تم خود اس سے پوچھ لینا" ——— سر سلطان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا ویری گڈ ——— واقعی فیاض نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ ہیرا

صحیح بات شیئر ہی کر سکتا ہے" ۔۔۔۔۔ سر رحمان نے کہا۔

"اچھا اب مجھے اجازت فیاض واپس آگیا ہے۔ صدر مملکت نے خصوصی طور پر اُسے بلوا کر اس کی صلاحیتوں اور کارکردگی کی تعریف کی ہے۔ وہ وہاں سے فارغ ہو کر سیدھا یہاں آئے گا" ۔۔۔۔۔ سر سلطان نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اور کے شکریہ" ۔۔۔۔۔ سر رحمان نے ہاتھ بڑھا کر بڑے پرجوش انداز میں مصافحہ کیا اور سر سلطان مسکراتے ہوئے ان کے کمرے سے باہر نکل گئے۔

اور سر رحمان سوچ رہے تھے کہ اب وہ تندرست ہوتے ہی فیاض کو اسسٹنٹ ڈائریکٹر جنرل انٹیلی جنس بنانے کی باضابطہ سفارش کریں گے اور انہیں یقین تھا کہ صدر مملکت ان کی سفارش کی لازمی تائید کریں گے فیاض نے کارنامہ ہی ایسا انجام دیا تھا کہ اس کے بعد انکار کی گنجائش ہی باقی نہ رہی تھی۔

اور اب وہ بستر پر لیٹے فیاض کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ اپنے محکمے کے ہیرو سوپر فیاض کا۔

وہ سوپر فیاض عمران کے فلیٹ میں عمران کے سامنے ہاتھ جوڑے بیٹھا ہوا تھا۔

"خدا کے لئے عمران مجھے تفصیلات بتا دو۔ صدر مملکت نے تو تفصیلات نہیں پوچھیں مگر سر رحمان تو رتی رتی کی تفصیل پوچھیں گے" ۔۔۔۔۔ فیاض کے چہرے پر بے پناہ بے بسی تھی۔

"انہیں بتا دینا کہ میں ذہنی کنٹرول کا انجکشن لگوا کر اور مائیکرو ٹیلی سیل

جسم میں سلوا کر شراب پی کر اپنے کمرے میں لیٹا رہا اور مجرم پکڑے گئے" عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"پلیز عمران مجھ پر رحم کرو ورنہ میں سر رحمان کے سامنے جانے سے پہلے خودکشی کر لوں گا" ۔۔۔۔۔ فیاض کی بے بسی عروج پر پہنچ چکی تھی۔

"پہلے یہ بتاؤ کہ ہوٹل کے کمرے میں تم نے میری کھوپڑی توڑنے کی جرأت کیوں کی تھی اس کا معاوضہ کون دے گا" ۔۔۔۔۔ عمران نے اُسے چڑاتے ہوئے کہا۔

"ارے اس وقت میں اپنے ہوش میں کب تھا۔ تمہیں تو معلوم ہے مجھے مجرم کنٹرول کر رہے تھے" ۔۔۔۔۔ فیاض نے جواب دیا۔

"دیکھو فیاض ۔۔۔۔۔ مجرم پکڑنے کا معاوضہ تم نے دے دیا تھا مگر تفصیلات بتانے کی بات طے نہ ہوئی تھی" ۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم کبھی موقع پیسے کمانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے" فیاض نے جھینپتے ہوئے جیب میں ہاتھ ڈال کر چیک بک نکالتے ہوئے کہا۔

"تمہاری مرضی ہے ورنہ تم ۔۔۔۔۔ میں نے تمہیں کوئی مجبور کیا ہے" عمران نے بڑی بے نیازی سے جواب دیا مگر فیاض نے جلد ہی جلدی ایک لاکھ کا چیک لکھ کر عمران کے ہاتھ میں تھما دیا۔

"اچھا چلو تم بھی کیا یاد کرو گے بتا دیتا ہوں تفصیلات" ۔۔۔۔۔ عمران نے چیک ہاتھ میں پکڑتے ہوئے یوں کہا جیسے فیاض کی ساتوں پشتوں پر احسان کر رہا ہو۔ اور پھر اس نے فیاض کو تمام تفصیلات بتانی شروع کر دیں اور ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ وہ کس طرح اپنے آپ کو سر رحمان کے سامنے ہیرو ثابت کر سکتا ہے۔

"واہ واہ اب مزہ آئے گا ایک تو میری ترقی اب پکی ہوگئی دوسری بات یہ ہے کہ سر رحمان جو ہر وقت مجھے نکما کہتے رہتے تھے کم از کم اب تو نہیں کہہ سکیں گے"۔۔۔۔۔ فیاض نے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ارے ارے سنو تو سہی"۔۔۔۔۔ عمران نے اُسے دروازے کی طرف مڑتے دیکھ کر ہانک لگائی۔ مگر اب فیاض اس کی بھلا کہاں سنتا تھا۔ وہ ایک ہی چھلانگ میں دو دو سیڑھیاں پھلانگتا فلیٹ سے نیچے اترتا چلا گیا۔ اس کے چہرے پر مسرت کا آبشار بہہ رہا تھا۔

"اچھا بیٹے مت سنو میری بات ۔۔۔ جب ڈیڈی تم سے پوچھیں گے کہ تم اس کیبن تک کیسے پہنچے جہاں وہ زخمی پڑے ہوئے تھے اس وقت تمہیں پتہ چلے گا ایک لاکھ کا اور حساب وصول نہ کیا تو میرا نام بھی علی عمران نہیں"۔ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

ختم شُد

عمران سیریز میں فور سٹارز سلسلے کا نیا اور منفرد ناول

مکروہ جرم

مصنف — مظہر کلیم ایم۔ اے

• جعلی اور نقلی ادویات — جس سے ہزاروں لاکھوں بے گناہ مریض تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیتے ہیں۔

• جعلی اور نقلی ادویات — جو ایسا مکروہ جرم ہے جسے کوئی بھی معاشرہ کسی صورت بھی قبول نہیں کر سکتا۔

• مکروہ جرم — جس کے خلاف فور سٹارز اپنی پوری قوت سے میدان میں نکل آئے۔

• جعلی اور نقلی ادویات — جس کا جال پورے ملک میں پھیلا ہوا تھا اور کھلے عام جعلی اور نقلی ادویات فروخت کی جا رہی تھیں۔

• مکروہ جرم — جس کا پھیلاؤ دیکھ کر عمران اور فور سٹارز بھی حیران رہ گئے — کیا یہ سب کچھ حکومتی سرپرستی میں ہو رہا تھا — ؟

• ایسے مجرم — جو بظاہر انتہائی معزز تھے لیکن دراصل وہ مکروہ اور انتہائی قابل نفرت مجرم تھے۔

• وہ لمحہ — جب سب سے بڑے مجرم کے خلاف قدرت کا قانون مکافات عمل حرکت میں آ گیا — پھر کیا ہوا — انتہائی حیرت انگیز اور عبرت ناک نتیجہ — ؟

• وہ لمحہ — جب فور سٹارز نے سوپر فیاض کو بھی اس مکروہ جرم کے مجرموں کے ساتھ ٹکرا کرا لیا اور پھر موت کے بے رحم پنجے سوپر فیاض کی طرف بڑھنے لگے — کیا سوپر فیاض بھی اس جرم میں شریک تھا — کیا وہ بھی ہلاک ہو گیا — یا — ؟

• سماجی برائی کے اس قابل نفرت جال کو فور سٹارز نے کس طرح توڑا — توڑ بھی سکے یا نہیں — ؟

• انتہائی خونریز اور اعصاب شکن جدوجہد پر مشتمل ایک ایسی کہانی جس کا ہر لمحہ موت اور قیامت کے لمحے میں تبدیل ہو گیا۔

• — تیز اور مسلسل ایکشن
• — لمحہ بہ لمحہ بدلتے ہوئے واقعات
• — اعصاب شکن سسپنس

یوسف برادرز۔ پاک گیٹ ملتان